بچّوں کا ادب

بچوں کی کہانیوں کا مجموعہ

چاندنی تیرا نام رہے

مصنف

م۔ن۔انصاری

www.urduchannel.in

جملہ حقوق بحق مصنف

کتاب کا نام : چاندنی تیرا نام رہے

مصنف : م ۔ ن ۔ انصاری

ترتیب وتہذیب : سلیم شیخ لعل

سنِ اشاعت : ۲۰۱۵ء

صفحات : ۱۲۸

قیمت : ۸۰۔روپے

تعداد اشاعت : ۵۰۰

ناشر : محمد عُمر انصاری

طباعت : ہمدم پریس، مالیگاؤں

سرورقِ ٹائٹل اور اندرونی صفحات کی تصاویر : مصنف

کمپوزنگ : محمد عُمر انصاری

فون نمبر مصنف : 9028131737 423203

ملنے کا پتہ :369/8۔اِسلام پورہ، مالیگاؤں، ضلع ناشِک، مہاراشٹر (انڈیا)

یہ کتاب 'قومی کونسل برائے فروغِ اُردو' زبان' نئی دہلی، کے
مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے نیز شائع شدہ مواد سے
اُردو' کونسل کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

www.urduchannel.in

فہرست

	صفحہ نمبر
پیش لفظ :مصنف	
کہانیاں: ۱۔اوٗنٹ رے اوٗنٹ تیری کون سی کل سیدھی	7
۲۔جادوٗ گرنی کا خزانہ	17
۳۔کتاب میں پڑھا تھا	29
۴۔جنگل کی ملکہ	35
۵۔چاندنی تیرا نام رہے	44
۶۔کوئلے کی پوٹلی	53
۷۔رانی کی اُلجھن	64
۸۔تیر کمان سے نکل چُکا	67
۹۔بندر کی کرامت	75
۱۰۔سات طلسمات کی کہانی	83
۱۱۔سمندر کے فوارے	94
۱۲۔رسّہ ٹوٗٹا مگر شیر مارا گیا	107

پیش لفظ

بچپن ہی سے مجھے کہانیوں سے دل چسپی رہی ہے۔ ایک مدّت سے مَیں اِرادہ کرتا رہا کہ بچّوں کے لئے کہانیاں لکھوں۔ کُچھ تو اسکول کی مصروفیات تھیں اور کُچھ میری ہی سُستی رہی، کہ مَیں نے لکھنے میں دیر کر دی؛ ورنہ میرے بہت سے احباب مجھ پر زور ڈالا کرتے تھے کہ مَیں اچھّے اسلوب میں بچّوں کی کہانیاں لکھ سکتا ہوں ؛ تو پھر لکھتا کیوں نہیں۔اُن دوستوں میں ڈاکٹر نخشب مسعود صاحب کا نام قابلِ ذکر ہے جو کہ درس وتدریس کی راہ میں میرے ہم سفر بھی رہ چُکے ہیں۔مَیں جب بچّوں کو کہانیاں سُنایا کرتا تھا تو یہ اکثر مُصر ہوتے تھے کہ 'جس طریقے سے تم یہ کہانیاں سُناتے ہو، بالکل اسی طرز پر انھیں لکھ ڈالو۔' میرے دوسرے ہم پیشہ ساتھی' جو میرے شاگرد بھی ہیں؛ سلیم شیخ لعل.... اِن کا بھی بہت اِصرار رہا ہے، نہ صرف کہانیوں کے سلسلے میں بلکہ تعلیم و تربیت اور تہذیب وتمدّن کے مسائل پر بھی، اُن کی ضِد تھی کہ مَیں لکھوں اور خوب لکھوں۔

بچّوں کو کہانیاں سُناتے وقت جو سَماں بندھ جاتا ہے، اُس کی بات ہی کُچھ اور ہوتی ہے۔اِس سلسلے میں میرے بچّوں نے مجھے بہت سی سَند عطا کی ہے ؛ اُسے بیان کرنا 'اپنے مُنہ مِیاں مِٹھّو بننا' کہلائے گا، اس لئے تھوڑے کو زیادہ سمجھئے اور اِشارے پر سے مضمون باندھ لیجئے۔کوئی کُچھ بھی کہے، مَیں اپنے بچّوں کو نئی نئی دُنیا کی سیَر کراتا رہا ہوں اور زیرِ نظر کہانیوں میں بھی مَیں نے اس کا خیال رکھا ہے۔

میری تمنّا ہے کہ 'جب تک یہ بچّے آلامِ روزگار سے دوچار نہیں ہیں، اُس وقت

www.urduchannel.in

تک کے لئے اُنھیں ایک آزاد اور خوش گوار فِضا میں سانس لینے کا موقع میسّر رہے اور مَیں اِس بات کو یقینی بنانے میں دلچسپی رکھتا ہوں کہ بچّوں کو دُنیا میں جنّت کی سیَر کرائی جائے۔ ابھی اُن کے ہنسنے کھیلنے کے دِن ہیں۔

پھر جب وہ بڑے ہوں گے، اُس وقت جو رہے گا سو رہے گا۔ابھی سے اُنھیں حالاتِ حاضرہ اور ہماری ذِمّہ داری، اِس گتھّی میں اُلجھا کر زندگی سے دِل برداشتہ نہیں کرنا ہے؛ مَیں سوچتا ہوں کہ کہانی کو کہانی کی طرح بیان کروں نہ کہ سبق اور مضمون کی طرح۔

اَور کُچھ دن فریبِ بہاراں رہے' یہ نہ کہیے چمن میں خزاں آ گئی
رنگ معصوم کلیوں کا اُڑ جائے گا اور پھولوں کے چہرے اُتر جائیں گے

بچّوں کی نفسیات، احساسات ،جبلّت ،جذبات اور اُن کی دل چسپی .... اِن موضوعات پر جِتنا کُچھ مَیں جانتا ہوں، اتنا تو سبھی سمجھتے ہیں، بلکہ مجھ سے زیادہ بھی سمجھتے ہوں گے۔اِس لئے اِن امور پر الفاظ خرچ کرنا ایک طرح کی فضول خرچی کہلائے گی۔

'ادارۂ نثری ادب، مالیگاؤں' ماہانہ ادبی نشست کا اِنعقاد کرتا ہے۔اُس میں اہلِ علم وفن کے سامنے مَیں اپنی کہانیاں پیش کرتا رہا ہوں۔اُن احباب کے مشوروں اور تبصروں نے بھی لکھنے میں میرا ہاتھ بٹایا ہے۔اس کے علاوہ بچپن سے لے کر ابھی تک اپنے اساتذہ اپنے احباب اور اپنے بزرگوں سے مَیں نے بہت کُچھ سیکھا ہے اور سیکھنے کا سِلسِلہ ہنوز جاری ہے۔مَیں فرداً فرداً تو ہر ایک کا ذِکر نہیں کر سکتا؛ مختصر یہ کہ مَیں اُن تمام ہی لوگوں کا شُکر گزار ہوں جنھوں نے علم و ادب کے میدان میں میری رہنمائی اور مدد کی ہے اور کسی طرح میرے کام آتے رہے ہیں....

' مصنف '

اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کَل سیدھی

جنگل میں بہت سے جانور رہتے تھے۔اُنہی جانوروں میں ایک بارہ سنگھا بھی تھا۔ جو بہت ڈرپوک تھا۔ایک مرتبہ چیتے نے اُس کو دَوڑایا تو بارہ سنگھا اِتنی تیزی سے بھاگا کہ بھاگتے بھاگتے وہ جنگل کے باہر نکل گیا۔پھر بھی وہ بھاگتا ہی رہا یہاں تک کہ سامنے ایک پہاڑی سلسلہ آ گیا۔بارہ سنگھا پہاڑ پر چڑھ گیا۔پلٹ کر دیکھا کہ چیتا اُس کے پیچھے آ تو نہیں رہا ہے۔اُسے اِطمینان نہیں ہوا، تب وہ پہاڑی کے دوٗسری طرف اُتر گیا اورآگے بڑھتا رہا۔اُس طرف ریگستان تھا۔بارہ سنگھا ریگستان میں داخل ہو گیا جہاں نہ چارا تھا نہ پانی، بس کہیں کہیں ایک آدھ کانٹے دار جھاڑی ہوئی تو ہوئی۔

وہ ببوٗل کی ایک جھاڑی کے پیچھے جا کر چھپ گیا۔وہ اُچک اُچک کر پہاڑی کی چوٹیوں کی طرف دیکھتا جاتا تھا کہ کہیں سے چیتا اُسے دیکھ تو نہیں رہا ہے۔بس اُس کے سینگ ببوٗل کی شاخوں میں پھنس گئے۔وہ چلّانے اَور شور مچانے لگا۔اُس ویرانے میں نہ آدم نہ آدم زاد۔اُس کی چیخ پُکار سُن کر کہیں سے ایک اوٗنٹ اُدھر آ نکلا۔اوٗنٹ نے دیکھا کہ ایک نئی قِسم کا جانور ہے جو ببوٗل میں پھنس گیا ہے۔اوٗنٹ سوچنے لگا؛’اِس کے سینگ کِتنے خوٗب صوٗرت ہیں۔کاش کہ ایسے سینگ میرے سر پر ہوتے۔‘

بارہ سنگھے نے اوٗنٹ کو دیکھا تو بڑی خوشامد کر کے بولا:

’’بڑے بھائی،تُم کون ہو! دیکھو اِس جھاڑی میں میرے سینگ پھنس گئے ہیں۔تُم

www.urduchannel.in

اپنی لمبی گردن کو کام میں لا کر مُجھے اِس جھاڑی سے چھُٹکارا دِلا سکتے ہو۔مُجھے بڑی زور کی پیاس بھی لگ رہی ہے۔‘‘

اوٗنٹ نے جواب میں کہا:

’’میرا نام اوٗنٹ ہے۔ میں تُمھارے سر سے تُمھارے سینگ الگ کیے دیتا ہوٗں۔اِس کے سِوا کوئی چارہ نہیں ہے۔‘‘

’’نہیں نہیں‘ میرے سینگ الگ مت کرو، میں سینگ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سینگ ہی سے تو میری شان ہے۔اِسی لیے تو مُجھے بارہ سنگھا کہتے ہیں۔‘‘

’’پھر تُم تُمھارے سینگ کو ہی لے کر چاٹتے پھِرو، بھوٗک پیاس کی شِکایت کیوٗں کرتے ہو؟‘‘

بارہ سنگھا اِتنا پیاسا تھا کہ وہ سینگ الگ کر دینے پر راضی ہو گیا۔اوٗنٹ نے اُس کو ببوٗل سے الگ کر لیا اور اُسے بے سینگ کا کر کے رکھ دِیا۔

بارہ سنگھے کو ابھی سینگ سے زیادہ پانی کی فِکر تھی۔وہ اوٗنٹ سے پانی کے بارے میں پوٗچھنے لگا۔ اوٗنٹ نے جُگالی کرتے ہوئے بڑے سکوٗن سے کہا:

’’پیاس تو کُچھ کُچھ مُجھے بھی لگ رہی ہے۔چلو ہم تُم آٹھ پندرہ دِن اِدھر اُدھر ٹہلتے ہیں۔اِتنے دِنوں میں کہیں نہ کہیں پانی کا سُراغ لگ ہی جائے گا۔‘‘

’’ہائیں کیا کہا! آٹھ پندرہ دِن ...؟ ایسا کیوٗں ، بھلا پانی کیوٗں نہیں مِلے گا؟ ہمارے جنگل میں تو آسانی سے پانی مِل جاتا ہے۔‘‘

’’بھئی ہمارے ریگستان میں مُشکِل سے پانی مِلتا ہے۔میں تو مہینے میں ایک ہی دِن پانی پیتا ہوٗں‘‘۔اوٗنٹ کی بات سُن کر بارہ سنگھے کے ہوش اُڑ گئے۔

''یہ تو بڑے ظُلم کی بات ہے۔ سُن کر ہی مُجھے چکّر آ رہے ہیں۔ ایک دِن اور اگر پیاسا رہنا پڑ گیا، ہائے! پھر تو میں مر ہی جاؤں گا۔''

''تو پھر جلدی سے بھاگ جاؤ اپنے جنگل کی طرف، پانی ڈھونڈنے سے زیادہ آسان یہی ہے۔''

بارہ سنگھا وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ دوُر جانے کے بعد اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ اُس کے سینگوں کو اوُنٹ نے اپنے سر پر جما لیا ہے اور اِس طرح ہنس رہا ہے گویا وہ بارہ سنگھے کو چِڑا رہا ہو؛ مگر بارہ سنگھے کو ابھی پانی کی ضروُرت تھی، پانی کے لِیے وہ جنگل کی طرف بھاگتا چلا گیا۔

جنگل کے جانوروں نے بارہ سنگھے کو بغیر سینگ کا دیکھا تو اُس کا ٹھٹّھا اُڑانے لگے اور 'مُر مُنڈا مُر مُنڈا' کہہ کر اُسے چِڑانے لگے۔ بارہ سنگھا پریشان ہو گیا تو اپنے دوست گینڈے سے کہنے لگا:

''گینڈے بھائی تُم میرے دوست ہو۔ تُم میرا یہ کام کر دو۔ پہاڑی کے اُس طرف ریگستان ہے، وہاں اوُنٹ رہتا ہے اُس نے میرے سینگ لے لیے ہیں۔ تمھارا وزن بڑے گا، تم اُس پر اپنا دباؤ ڈال سکتے ہو اور میرے سینگ مجھے واپس دِلا سکتے ہو۔ مَیں تمھیں انعام دوُں گا۔''

گینڈا بغیر کُچھ سوچے سمجھے بارہ سنگھے کے سینگ لانے کے لِیے چل پڑا۔ راستے میں جہاں کہیں ہریالی پاتا، وہاں جی بھر کر چارا چرتا پھر کہیں کیچڑ یا دلدل میں جا کر خوُب لوٹ لگاتا۔ بس یہی سب کرتے کرتے وہ جنگل کے باہر نِکل آیا۔ بڑی مُشکِل سے اُس نے پہاڑی پار کی اور اُس طرف کے ریگستان میں پہُنچا۔

www.urduchannel.in

ریگستان میں اُسے اوُنٹ تو کیا مِلتا، اُلٹے بھوُک پیاس گلے پڑ گئی۔ اب اُسے بھوُک برداشت کرنے کی مشق تو تھی نہیں۔ پہلی مرتبہ اُسے بھوُکا رہنا پڑا تو پہلی مرتبہ اُس نے اپنے دِماغ سے کام لینے کی سوچی اور کہنے لگا:

''یہ بھی کوئی جگہ ہے! ہُڑ، یہاں تو نہ چارا ہے نہ پانی۔ ایسی روُکھی سوُکھی جگہ اوُنٹ کی تلاش فُضوُل ہے۔ ہاں جہاں چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ ہوگا، وہاں تلاش کرنا صحیح رہے گا۔'' بس ایسا سوچ کر وہ جنگل کی طرف واپس ہو گیا۔

بارہ سنگھے نے دیکھا کہ 'اپنا دوست واپس آ گیا اور کُچھ لایا نہیں' تو اُس نے اپنے دوُسرے دوست بھالوُ سے سینگ کی بات چھیڑی اور اِنعام کا لالچ دِیا۔ بھالوُ بھی اُسی طرح بارہ سنگھے کی باتوں میں آ گیا اور وہ بھی سینگ لانے کے لِیے نِکل پڑا۔ کھاتے پیتے اُس نے بھی جنگل پار کِیا، پہاڑی پر چڑھا، دوُسری طرف اُترا اور ریگستان میں جا پہُنچا۔ تھوڑی دیر اوُنٹ کی تلاش میں اِدھر اُدھر بھٹکتا پھِرا۔ پھر اُسے اوُنٹ سے زیادہ پیٹ کی فِکر پڑ گئی۔ جب بھوُک پیاس زیادہ ستانے لگی تو تھوڑی تھوڑی عقل آنے لگی:

''میں بھی کِتنا بے وقوُف ہوُں۔ اچھّا بھلا جنگل چھوڑ کر یہاں مرنے چلا آیا۔ یہاں تو جان پر بن آئی ہے۔ دوستی کی ایسی کی تیسی۔ جان ہے تو جہان ہے۔ بڑا آیا اِنعام دینے والا.... ارے ہاں، بارہ سنگھے سے یہ تو میں نے پوُچھا ہی نہیں کہ وہ کیا اِنعام دینے والا ہے۔ ایسا کرتا ہوُں، جاتا ہوُں، پہلے پوُچھ کر آ جاتا ہوُں۔'' بس پھر بھالوُ بھی ریگستان سے لَوٹ آیا۔

اب بارہ سنگھے نے اپنے ایک اور دوست شِکاری کُتّے کی خوشامد کی:

'' شِکاری بھائی، تُم بھی تو میرے دوست ہی ہو۔ تُم تو بڑے چالاک اور بڑے

پھُرتیلے ہو۔ بہت تیز دَوڑتے بھی ہو۔ تُمھیں تو ویسے ہی بہت کُچھ اِنعام مِلنا چاہیے۔ مُجھے یقین ہے کہ تُم اوٗنٹ سے میرے سینگ واپس دِلا دو گے۔ مُجھے افسوس ہے کہ میرا دھیان تُمھاری طرف پہلے کیوں نہیں گیا۔''

اِس طرح بارہ سِنگھے نے شِکاری کُتّے کو چنے کے جھاڑ پر چڑھا دِیا اور کُتّا اُس کے سینگ لانے کے لِیے دَوڑ پڑا۔ بھالوٗ اور گینڈے کی طرح کُتّا بھی ریگستان میں جا پہُنچا۔ پہاڑی سے تھوڑے فاصلے پر اوٗنٹ اُسے ایک درخت کے پاس دِکھائی دِیا۔ وہ گردن اوٗنچی کر کے درخت کی ہری ہری شاخیں توڑتا جاتا تھا اور کھاتا جاتا تھا۔

''ارے یہ تو بہت اوٗنچا ہے۔ میں اُس کے سینگ تک کیسے پہُنچوٗں گا۔ ہاں کِسی طرح یہ اوٗنٹ پہاڑ کے نیچے آجاتا تو مَیں اُسی دَم پہاڑی پر چڑھ جاتا اور اُس کے سر سے بارہ سِنگھے کے سینگ اُکھاڑ لیتا۔''

ایسا سوچ کر کُتّے نے اوٗنٹ سے کہا:

''اوٗنٹ چاچا! چلو تھوڑی دیر کے لِیے اُس پہاڑی کی چھاؤں میں چلتے ہیں۔ ذرا دیر رُک کر واپس آجانا۔ کیوں، چلو گے نا!'

''ہائیں، یہ کیا بات ہوئی۔ مُجھے کیا کُتّے نے کاٹا ہے جو مَیں خواہ مخواہ اُس پہاڑ کے پاس جاؤں۔''

کُتّا لاجواب ہو گیا اور کان جھٹک کر سوچنے لگا 'کبھی نہ کبھی تو یہ لمڈھگ پہاڑ کے پاس جائے گا ہی۔ میں اِس کے پیچھے لگا رہوں گا اَور سینگ لِیے بغیر نہیں جاؤں گا۔ بھالوٗ اَور گینڈے کو بتانا بھی ہے کہ سینگ کیسے لاتے ہیں۔ بس یہ کہ یہاں میرے کھانے پینے کا کُچھ بندوبست ہو جاتا۔'

www.urduchannel.in

''اوٗنٹ چاچا! تُم تو بڑے مزے سے کھاتے چلے جا رہے ہو۔ میرے بھی کھانے کا کُچھ اِنتظام کر دو، آخر مَیں تُمھارا مہمان ہوں۔'

''واہ! یہ بھی ایک ہی رہی، مان نہ مان مَیں تیرا مہمان! خیر چلو یوں ہی سہی۔ دو چار نرم شاخیں مَیں تُمھارے لِئے بھی توڑ دیتا ہوں۔''

کُتّا بھلا گھاس پھوٗس کب کھانے والا، اُس نے دِل میں کہا:

'یہ تو بڑی بُری بات ہے۔ یہاں تو میرے کھانے کے لالے ہیں اور پھِر یہ اوٗنٹ پہاڑ کے پاس کب جائے گا، اِس کا بھی کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ یہاں رُک کر کوئی فائدہ نہیں۔'

غرض کہ کُتّا بھی جنگل واپس آ گیا اور بارہ سِنگھے سے کہنے لگا:

''دوست، تُمھارے سینگ بہت اوٗنچائی پر ہیں۔ اُنھیں اوٗنٹ کے سر سے تُم بھی نہیں اُتار سکو گے۔ ہاں یہ کام اپنا سردار آسانی سے کر لے گا۔''

بارہ سِنگھا اب ہاتھی کے پاس پہنچا اور اُس سے اپنا مطلب بیان کِیا۔ ہاتھی بولا:

''بھئی مُجھے تو ڈھیر سارا چارا پانی لگتا ہے۔ تم ایک کام کرو۔ یا تو ریگستان میں میرے لِئے پانی کے تالاب کا اِنتظام کر دو، یا پھِر اوٗنٹ کو یہاں بُلا کر لے آؤ۔ پھر آگے مَیں دیکھ لوں گا۔''

بارہ سِنگھے کے دِماغ میں آئی کہ 'اوٗنٹ کو بُلا کر لے آنا' آسان کام ہے۔ بس پھر وہ نکل پڑا۔ اب کی مرتبہ بھی وہ سرپٹ بھاگا، جیسے تیسے ریگستان میں پہنچا۔ وہاں اوٗنٹ ایک ٹیلے پر کھڑا نظارہ کر رہا تھا؛ بارہ سِنگھے کو اپنی طرف آتا دیکھا تو مٹک مٹک کر سینگ لہرانے لگا۔

''میں سمجھ گیا۔ تُم مُجھ سے اپنے سینگ واپس مانگنے آئے ہو، لیکِن اب بھوٗل جاؤ۔ سینگ اب تمھیں واپس نہیں مِلنے والے۔''

''نائیں نائیں، تم تو غلط سمجھ بیٹھے اؤنٹ بھائی! مَیں تو جنگل کے سردار کا سندیسہ لے کر آیا ہوں۔ ہمارے سردار نے تمھیں خواب میں دیکھا ہے۔ وہ تم سے بہت خوش ہے۔ اُس نے تمھیں بُلوایا ہے۔''

''یعنی کہ تُمھارے سردار نے مجھے خواب میں بُلوایا ہے؟'' اؤنٹ نے پلکیں جھپکائیں۔ ''کہیں تمھارا سردار مُجھ سے یہ سینگ نہ چھین لے۔''

''ارے نہیں، اُسے سینگ کی کیا ضرورت ہے، وہ تو ایسے ہی بہت خوب صورت ہے۔''

غرض بارہ سنگھا اؤنٹ کو بہلا پھُسلا کر ہاتھی کے پاس لے ہی تو آیا۔ اؤنٹ نے دیکھا کہ ہاتھی سچ مُچ خوب صورت ہے۔ ہاتھی نے سونڈ اُٹھا کر اؤنٹ کا سواگت کیا اور پھر کہنے لگا:

''ہاں تو اؤنٹ بھائی! مَیں نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ ہم تم ایک سرکس میں کام کررہے ہیں اور ایک ہی تھان پر چارا چر رہے ہیں۔''

''بھئی یہ تو بڑی اچھّی بات ہے! یہ تو بڑا شان دار خواب ہے؛ اِس طرح تو ہم تم آپس میں دوست ہو گئے۔ کیوں!''

''ہاں پھر کیوں نہیں! ہماری تمھاری پکّی دوستی۔ اِسی لیے نا اؤنٹ بھائی، جب لوگ تمھیں کُچھ بُرا بھلا بولتے ہیں تو ہمیں بُرا لگتا ہے۔''

''ہائیں، ایسی کیا بات ہے! کیا بُرا بھلا بولتے ہیں لوگ مُجھے؟'' اؤنٹ نے حیرت سے سوال کیا۔

''لوگ کہتے ہیں' اؤنٹ رے اؤنٹ تیری کون سی کل سیدھی۔''

www.urduchannel.in

''کیوں بھلا، ایسا کیوں کہتے ہیں لوگ؟''

''اؤنٹ بھائی! دوست کی بات کا بُرا مت ماننا۔ سمجھنے کی بات ہے؛ ایک تو پہلے ہی شہر میں اؤنٹ بدنام تھا۔ تُم سر سے پاؤں تک پہلے ہی بہت کُچھ ٹیڑھے میڑھے تھے پھر اؤپر سے تم نے یہ ٹیڑھی ترچھی سینگ بھی چپکا لی، اِس پر سے لوگوں کے بولنے کو اور مُنہ ہو گیا ہے۔ اب سمجھے؟''

''ہاں سمجھا۔ یہ بات ہو سکتی ہے۔ ابھی تک میں نے اِس بات پر دھیان نہیں دِیا تھا۔''

اؤنٹ کو نرم پڑتے دیکھ کر ہاتھی نے ایک اور وار کیا:

''تُم خود دیکھ لو۔ کہاں تم اور کہاں یہ سینگ؛ ایسا لگتا ہے جیسے اؤنٹ کے گلے میں بِلّی''

بِلّی وِلّی اؤنٹ کو سمجھی یا نہیں سمجھی، پر اِتنا تو سمجھ میں آیا کہ سینگ لگا کر کُچھ غلط ہو گیا ہے۔ ہاتھی پھر بولا:

''اور پھر کہنے کو تو یہ 'بارہ سینگ' ہے مگر بارہ میں سے ایک بھی تو سیدھی ہوتی؛ صِرف تُمھاری سینگ ہی اگر سیدھی ہو جاتی تو تم 'کون سی کل سیدھی' کی بدنامی سے تو بچ جاتے۔''

''تم سچ کہتے ہو دوست، سینگ اگر سیدھے ہوتے تو بات اور ہوتی۔'' اؤنٹ کو بدنامی سے بچنے کی پڑ گئی۔

ہاتھی نے دیکھا کہ لوہا گرم ہو گیا ہے، جھٹ اُس نے ہتھوڑا مارا:

''تُم چاہو تو میرے یہ دانت لے لو اور اِنھیں سینگ کی جگہ لگا لو مگر یہ بھی تھوڑے سے ٹیڑھے ہی ہیں۔''

''ہاں میں دیکھ رہا ہوں۔تمھارے دانت بھی تھوڑے سے ٹیڑھے ہیں۔خیر میں کہیں سیدھے سینگ تلاش کروں گا۔ابھی تو مُجھے اِن ٹیڑھے میڑھے سینگوں سے پیچھا چھُڑانا ہے۔سوچ رہا ہوں، بارہ سِنگھے کے سینگ اُسے واپس کردوں۔جِس کے سینگ اُسی کو ساجے۔تم کیا کہتے ہو۔''

''ارے واہ، کیا کہنے! تم نے تو اب سمجھ داری کی بات کر ڈالی۔بھئی، نیکی اور پوُچھ پوُچھ؟ میں تو کہوں گا' کل کرے سو آج کر اور آج کرے سو اَب۔''

''بس تو پھِر مَیں بارہ سِنگھے کے سینگ ابھی اُسے واپس کِیے دیتا ہوں۔اِس کام میں تم میری مدد کرو۔''

پھِر کیا تھا، ہاتھی نے اپنی سوُنڈ بڑھا کر اوُنٹ کے سر سے سینگ اُتار لیے اور بارہ سِنگھے کے سر پر رکھ دِیے۔تب سے اب تک یہ حال ہے کہ اوُنٹ بار بار مُنہ اُٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھتا رہتا ہے کہ کہیں بالکل سیدھے سینگ نظر آجائیں' مگر بالکل سیدھے سینگ اُسے آج تک کہیں دِکھائی نہیں دِیے۔

****

www.urduchannel.in

جادو گرنی کا خزانہ

ایک بہت بڑی جادوُ گرنی تھی۔وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر رہتی تھی۔اُسی پہاڑی چوٹی پر اُس کا جادوُ کا کاروبار تھا۔پہاڑی کے چاروں طرف دوُر دوُر تک گھنا جنگل تھا اور پہاڑی کی دیواریں قِلعے کی فصیل کی طرح کھڑی تھیں۔کوئی اِنسان یا جانور پہاڑی پر چڑھ کر جادوُ گرنی کی حَویلی تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

جادوُ گرنی جب چاہتی اپنے جادوُ کے زور سے اِنسانوں کو پرِندہ بنا کر قَید کر لیتی۔ اِس کے لِیے پہلے وہ اپنے سر کے بال آگے کر کے اپنے مُنہ پر گرا لیتی۔چہرے کے سامنے کے اِس جال میں سے وہ سامنے کے جنگل پر نظر ڈالتی۔جنگل میں آتے جاتے ہوئے اِنسان اُسے نظر آجاتے تھے چاہے بیچ بیچ میں جھاڑ جھنکاڑ کی کِتنی ہی آڑ کیوُں نہ ہو۔

اُس کے پاس 'طِلسمی تیر کمان' تھا جو کِسی سہارے کے بغیر ہَوا میں لٹکتا رہتا تھا۔کمان میں تیر رکھ کر وہ جنگل میں جِس شخص پر چلا دیتی وہ تیر اُس شخص کو جا کر لگتا ہی تھا۔تیر لگتے ہی وہ شخص زمین پر گر جاتا اور لوٹن کبوُتر کی طرح لوٹنے لگتا؛ لوٹتے لوٹتے وہ پرِندے کی شکل اختیار کر لیتا اور پھِر بے اِختیار اُڑ کر جادوُ گرنی کی حویلی کی طرف رَوانہ ہو جاتا۔شِکار کر لینے کے بعد تیر غائب ہو جاتا اور دوُسرے ہی لمحے پھِر کمان کے پاس نظر آتا

جادوُ گرنی کے پھَندے میں آئے ہوئے پرِندے اُسی پہاڑی چوٹی پر اِدھر اُدھر پھِرتے رہتے مگر اُڑ کر کہیں جاتے نہیں تھے۔یوُں سمجھو کہ پرِندے آزاد تو دِکھائی دیتے تھے لیکِن وہ ایک قِسم کے جادوُئی حِصار میں بند ہوتے تھے۔اِس طرح پہاڑی پر سینکڑوں

پرِندے قید تھے جو کسی وقت اِنسان رہے ہوں گے۔

اُن میں سے کچھ تو لکڑ ہارے، گھسیارے، بنجارے ہوتے تھے اور کُچھ بھولے بھٹکے مُسافِر، سوداگر، سَیلانی وغیرہ تھے۔ جنگل میں پھِرنے والوں میں سے جادوٗ گرنی نوجوانوں کو نشانہ بناتی تاکہ اُن کا گوشت کھانے میں مزہ آئے۔

بوڑھی جادوٗ گرنی کے ساتھ دو نوجوان جادوٗ گرنیاں اور بھی تھیں جو اُس کی شاگردہ تھیں۔ جب اَماوس کی رات ہوتی، جادوٗ گرنی تین پرِندوں کو پکڑوالیتی، اُنھیں آگ پر بھوٗنتی اور پھِر تینوں جادوگرنیاں مِل کر اُن پرِندوں کو کھا جاتیں۔ اِس طرح گویا ہر مہینہ وہ تین اِنسانوں کو بے مَوت مار ڈالتی تھیں۔ بیچ کے دِنوں میں وہ جنگل کے جانوروں کو بھوٗن بھوٗن کر کھایا کرتی تھیں۔

اُسی جنگل میں پورس اور پارا نام کے مِیاں بیوی رہتے تھے۔ موگرا اور گربہ اُن کے لڑکا لڑکی تھے۔ پورس بہت بڑا عالِم تھا۔ اُس نے اپنے عِلم کے زور سے پتہ چلالِیا تھا کہ جادوگرنی کے جادوٗ کی حد کہاں تک ہے۔ حد بندی کرنے والے درختوں کے تنے پر اُس نے چوٗنے کا سفید رنگ چڑھادِیا تھا تاکہ لوگ اُن درختوں سے دوٗر رہیں اور جادوگرنی کے ہتّھے نہ چڑھنے پائیں۔ اِس بارے میں اُس نے موگرا اور گربہ کو بھی تاکید کردی تھی۔

لیکِن قِسمت کا لِکھا ٹلتا نہیں۔ یہ دونوں بھائی بہن ایک دفعہ جڑی بوٗٹیوں کی تلاش میں تھے اور ایک ٹیلے پر پھِر رہے تھے۔ ٹیلے پر سے اُنھیں دوٗر جنگل میں کوئی چیز ہلتی ہوئی نظر آئی۔ گربہ بولی:

''کوئی انجان مُسافِر ہے جو جنگل کے چشمے پر شاید کپڑے دھو رہا ہے۔''

موگر گلا پھاڑ کر چیخا کہ وہ جنگل سے باہر نکل آئے لیکن اُس کی آواز مُسافِر تک نہیں

www.urduchannel.in

پہنچ پائی۔ اِتنے میں گھنی جھاڑیوں میں سے ایک شیر نکلا اور اُس نے مُسافِر پر حملہ کر دِیا۔

''تو' یہیں رُک، میں آتا ہوٗں۔'' اِتنا کہہ کر موگر تیزی سے دَوڑ گیا اور بڑی جلدی شیر کے سر پر جا پہنچا۔ جاتے ہی اُس نے شیر کے مُنہ پر ایک پتّھر ایسا کھینچ کر مارا کہ اُس کی ایک آنکھ پھوٗٹ گئی۔ شیر بلبلا اُٹھا۔ موگر نے دوٗسرا پتّھر اُٹھایا ہی تھا کہ شیر نے مُسافِر کے اوٗپر سے موگر کی طرف چھلانگ لگا دی۔ موگر پلٹا اور بندر کی طرح ایک درخت کے تنے پر چڑھنے لگا۔

گربہ نے سکون کی سانس لی لیکن پھِر اُس نے دیکھا کہ موگر درخت سے نیچے گر پڑا ہے اور زمین کی ڈھلان پر لُڑھکتا چلا جا رہا ہے۔ موگر جِدھر لُڑھک رہا تھا اُدھر ایک بڑی گہری خندق تھی جِس میں گرنے کے بعد موگر بچنے والا نہیں تھا۔ گربہ بے خود ہو کر خندق کی طرف دَوڑ پڑی۔ موگر خندق میں گرنے ہی کو تھا کہ اچانک وہ ایک پرِندے میں تبدیل ہو گیا اور اُڑ کر جاتا ہوا دِکھائی دِیا۔

گربہ پر تو جیسے بجلی گر پڑی، پلک جھپکتے میں اُس نے معاملہ بھانپ لِیا کہ موگر جادوگرنی کے تیر کا شِکار ہو گیا ہے ورنہ وہ درخت پر سے ہرگز گرنے والا نہیں تھا۔ پھِر وہ فوراً پلٹی اور سر پر پَیر رکھ کر بھاگی کہ جلدی سے جادوٗ کی حد کے باہر نکل جائے لیکن جادوگرنی کا تیر اُسے بھی آ لگا۔ وہ زمین پر گر کر لوٹنے لگی اور پھِر وہ بھی پرِندہ بن کر جادوگرنی کی پہاڑی کی طرف پَرواز کر گئی۔

بچّوں کا یہ حال ہوا تو پارا پھوٗٹ پھوٗٹ کر رونے لگی اور پورس سے بولی:

''جب ہمارے پھوٗل سے بچّے نہیں رہے تو ہم جی کر کیا کریں گے؟''

''ہم جِئیں نا جِئیں لیکن اپنے بچّوں کو جادوگرنی کے پھَندے سے چھُڑائے بغیر

ہمیں مرنا بھی نہیں ہے۔'' پورس بڑی تمکنت کے ساتھ بولا۔

''تو پھر ہم کیا کریں گے؟'' پارا نے سسکتے سسکتے سوال کیا، اس پر پورس نے اُسے دِلاسا دِیا:

''ابھی کل پرسوں ہی تو اَماوس تھی۔ اَماوس پر جادوگرنی نے کُچھ اِنسانوں کو مار کر کھایا ہی ہوگا۔ اب وہ کسی اِنسان کو آنے والی اَماوس تک نہیں کھائے گی.... آج نئے مہینے کا چاند ہوا ہے۔ ہمارے بچّے محفوظ رہیں گے؛ ابھی مہینے بھر کا وقت ہے۔''

''جِس ڈائن کو سالہا سال سے کوئی نہیں مار سکا؛ ہم اُس کا کیا بِگاڑ لیں گے! میرا دِل بَیٹھا جا رہا ہے؛ میں رو رو کر مر جاؤں گی۔''

''اری پگلی؛ یہ مرنے مرجانے کی بات تیرے دماغ میں کیوں سما گئی ہے۔ زِندہ رہنے اور اپنے بچّوں کو واپس لانے کی بات کیوں نہیں کرتی؟''

پھر پورس نے آسمان میں دیکھا کہ جادوگرنی اپنے اُسی پُرانے جھاڑو پر بَیٹھ کر اُڑتی ہوئی ایک طرف چلی جا رہی ہے۔ اُس نے اپنی بیوی کو بتلایا کہ' اب یہ جادوگرنی اُڑ کر کہیں دوٗر جا رہی ہے اور تین دِن سے پہلے واپس نہیں آئے گی۔ اکثر ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔'

پارا ہکّا بکّا سی ہو کر آسمان کی طرف تکتی رہ گئی کیوں کہ جادوگرنی اُسے دِکھائی نہیں دی؛ وہ صِرف پورس کو نظر آ رہی تھی۔ مگر اَب پارا کی ڈھارس بندھ گئی تھی۔ بچّوں کو جادوگرنی کی قَید سے چھُڑانے کے لِیے اُس کی آنکھیں تن گئیں۔ وہ بڑی کٹھور نگاہ سے آسمان میں اُدھر گھوٗر رہی تھی جِدھر پورس نے اِشارہ کیا تھا، جیسے وہ آسمان کو ہی کچّا چبا جائے گی۔

پورس کُچھ سوچ رہا تھا، پھر اُس نے گھر کے آنگن میں سے ایک پُرانا بانس نکالا۔ اُسے چھیل چھال کر پتنگ کی تیر اور کمان بنائی۔ تیر کمان، کاغذ اور گوند کی مدد سے ایک

www.urduchannel.in

بڑی سی پتنگ بنائی... پھر اُس نے گھر میں سے کُچھ سامان ایک تھیلے میں بھرا اَور تھیلا سر پر اُٹھا لیا جو بہت وزنی تھا۔ پارا نے اپنے ہاتھ میں پتنگ اور ڈور تھام لی پھر وہ دونوں جادوگرنی کی پہاڑی کے ایک طرف روانہ ہو گئے۔ رات اُنھوں نے جنگل میں بسر کی۔

نیا دِن نکلنے سے پہلے پورس نے پتنگ بڑھا دی؛ اِتنی اوٗپر کہ وہ جادوگرنی کی پہاڑی چوٹی پر سے ہو کر گُزری۔ اُجالا ہوتے ہوتے پتنگ چوٹی سے بہت آگے بڑھ گئی تو پورس نے پتنگ کو دھیرے سے نیچے گرا دِیا؛ اِس طرح کہ پتنگ کی ڈور چوٹی کی کگار پر آدھی اِدھر اور آدھی اُدھر لٹک گئی۔

ڈور چھوڑ کر پورس نے تھَیلا اُٹھایا اور ایک اوٗنچی چٹان کی اوٹ میں ہو لِیا۔ تھیلے میں سے رسّے کا ایک بڑا سا بنڈل نکالا اور پارا سے کہا کہ رسّے میں جتنی بن سکے اُتنی گانٹھ دے دینا ہے تا کہ ہم رسّے کی مدد سے پہاڑی پر چڑھ سکیں۔' دونوں نے مِل کر رسّے میں تھوڑی تھوڑی دوٗر پر گرہ ڈال دی؛ پارا کے ہاتھوں میں بَلا کی پھُرتی آ گئی تھی۔ اب پورس نے تھیلے میں سے گورپلے کی کھال نکالی۔ پھر دونوں مِیاں بیوی نے سوٗئی دھاگے کی مدد سے گورپلے کی کھال ایک دوٗسرے کے جسم پر منڈھ دی۔ اب گویا جادوگرنی کی پہاڑی کے دامن میں دو گورپلے کھڑے تھے۔

پھر اُنھوں نے رسّے کے ایک سِرے کو پتنگ کی ڈور سے باندھ دِیا۔ پورس نے پارا کو ہدایت کر دی کہ 'دھیرے دھیرے رسّے کو چھوڑتے جانا؛ میں پہاڑی کے اُس طرف سے کھینچوں گا۔' اِتنا کہہ کر پورس بھاگتا ہوا پتنگ کی طرف گیا اور پتنگ کی ڈور پکڑ کر ہَولے ہَولے کھینچنا شروٗع کیا؛ اِس طرح کہ ڈور ٹوٗٹنے نہ پائے اور رَسّے کو پہاڑی پر سے گُزار کر اِس طرف لے آئے۔

ڈورٹو' ٹنے نہ پائے، اِس فِکر میں مِیاں بیوی پسینہ پسینہ ہو گئے۔ آخر کار اُن کی محنت رنگ لائی اور رسّے کا سِرا پہاڑی کے دوٗسری طرف کی کگار سے لگ کر آہستہ آہستہ نیچے اُترتا دِکھائی دِیا۔ جب رسّہ خوٗب نیچے آ گیا تو پورس دَوڑ کر آگے بڑھا اور رسّے کو ایک درخت کے تنے سے باندھ دِیا؛ پھِر وہ بھاگتا ہوا پارا کی طرف آیا۔

''میں اوٗپر چڑھتا ہوٗں پھِر تو' آنا۔'' پورس نے کہا اور پارا نے سر ہلا دِیا۔

رسّے کی گرہوں پر پیَر کا انگوٹھا پھنساتا ہوا پورس اوٗپر چلا اور کِسی فوجی سِپاہی کی طرح تیزی سے اوٗپر چڑھ گیا۔ اوٗپر پہنچ کر اِدھر اُدھر دیکھا؛ دیکھ کر آنکھیں چمکائیں کیوٗں کہ یہاں سے جادوگرنی کی حویلی دِکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اُس نے پارا کو اوٗپر آنے کا اِشارہ کِیا۔ پارا بھی جنگل میں رہتے رہتے بڑی ماہِر ہو گئی تھی اور پھِر بچّوں کو چھُڑانے کی دُھن بھی سوار تھی؛ وہ بھی بڑی جلدی پہاڑی کی چوٹی پر آ پہنچی۔

دونوں مِیاں بیوی چھُپ چھُپ کر آگے بڑھتے جا رہے تھے، پھِر جب جادوگرنی کی کوٹھی نظر آنے لگی تو دونوں زمین پر رینگ رینگ کر چلنے لگے۔ اُنھیں اِدھر اُدھر بہت سے پرِندے پھُدکتے ہوئے نظر آئے۔

اِتّفاق کی بات؛ دونوں نوجوان جادوگرنیاں کھیل میں مست تھیں۔ دونوں کے ہاتھوں میں سُنہرے چمکیلے رومال تھے۔ رومال اُنھوں نے اپنے چہرے کے آگے لہرا رکھے تھے۔ رومال میں سے پرِندے اُنھیں اُن کے اصلی رُوپ میں نظر آ رہے تھے؛ ایک بولنے لگی:

'' تو' اِدھر دیکھ تو سہی' کِتنی خوٗب صوٗرت لڑکی ہاتھ آئی ہے، اب کے اماوس پر میں اِسے ہی کھاؤں گی۔''

''اے تو' ذرا میرے رومال میں سے جھانک کر تو دیکھ، یہ لڑکا کیسا سجیلا ہے،

www.urduchannel.in

میں تو اِسے کھاؤں گی۔''

ادھر دونوں گورپلے اُن جادوگرنیوں کے پچھواڑے کی طرف جا پہنچے۔ اُنھوں نے سُن لِیا کہ جادوگرنیاں موگر اور گربہ کو کھا جانے کی بات کر رہی ہیں۔ پھِر دونوں جادوگرنیاں پلنگ پر سے اُٹھیں اور ذرا آگے بڑھ کر اُن میں سے ایک نے ایک گیدڑ کو اُٹھا کر ہاتھ میں لٹکا لِیا اور دوٗسری نے ایک لومڑی کو اُٹھایا؛ پھِر دونوں جلتے ہوئے اَلاؤ کے پاس پہنچیں۔ لومڑی اور گیدڑ کو اَلاؤ کی آگ میں خوٗب اچھّی طرح بھوٗن لِیا۔ پھِر اِٹھلاتی ہوئی چلیں اور کوٹھی سے دوٗر پہاڑی کی ڈھلان پر جا بیٹھیں جہاں سے وادی کا منظر دِکھائی دیتا تھا۔ وہاں بیٹھ کر جانوروں کا گوشت چبانے لگیں تا کہ نظارے کا نظارہ بھی ہوتا رہے اور ناشتے کا ناشتہ بھی۔ اُنھوں نے جادوئی رومال اپنے اپنے پہلو میں رکھ لیے۔

پورس نے رومال کی طرف اِشارہ کِیا۔ پارا سمجھ گئی پھِر مِیاں بیوی بڑے چُپکے سے اُن کے بازوٗ میں پہنچے۔ جھٹکے سے اُن کے رومال کھینچ لیے اور اَلاؤ کی طرف دَوڑ لگا دی۔ جادوگرنیاں اُٹھ کھڑی ہوئیں، اُنھوں نے اپنے ہاتھوں میں کچھ کنکر اُٹھا لیے۔ اُنھوں نے اُن کنکروں پر کچھ جادوٗ کر کے پورس اَور پارا کی طرف پھینکا مگر کچھ فائدہ نہیں ہُوا۔ تب تک یہ دونوں دوٗر نکل آئے تھے اَور اِنھوں نے بڑی پھُرتی سے وہ دونوں رومال جلتے ہوئے اَلاؤ میں ڈال دِیے۔ اِدھر رومال جلنے لگے اُدھر جادوٗگرنیوں کو آگ لگ گئی تھی۔ بُری طرح چیختی چلاّتی ہوئی دونوں جادوٗگرنیاں مَوت کی آغوش میں چلی گئیں۔

اُن سے پیچھا چھوٹا تو پورس نے حویلی کی خبر لی۔ کوٹھی کا سارا ساز و سامان.... برتن بھانڈا، کپڑا لتّا، بوریا بِستر غرض کہ سب اُٹھا اُٹھا کر اَلاؤ کی آگ میں ڈالنا شروٗع کر دِیا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ کُچھ پڑھتا بھی جاتا تھا۔ اَلاؤ کے شُعلے تیز ہوتے جا رہے تھے۔ اُنھوں

نے مِل کر پلنگ بھی اُسی میں ڈھکیل دِیا۔ پھر پورس ایک بڑا سا پتّھر اُٹھالایا اور کُچھ پڑھ کر جادوگرنی کے صندوٗق پر دے مارا۔ صندوٗق کا پَٹ چوٗر چوٗر ہوگیا۔ پھر پورس صندوٗق میں کی چیزیں نکال نکال کر پارا کو دیتا جاتا تھا اور پارا دَوڑ دَوڑ کر اُن چیزوں کو اَلاوٗ کے حوالے کرتی جاتی تھی۔

پارا کے تو جیسے پر لگ گئے تھے.... لیکن یہ کیا؛ صندوٗق میں سے جِتنا سامان نکالتے جاتے تھے، اُس میں اور سامان آپ ہی آپ کہیں سے چلا آتا تھا جیسے وہ عمرو عیّار کی زنبیل ہوگیا ہو۔ آخر پورس کو غُصّہ آیا۔ اُس نے آوٗ دیکھا نہ تاوٗ ؛ جھَک کر ایک جھٹکے سے صندوٗق کو اُٹھالیا اور پوٗری قوّت سے الاوٗ میں جھونک دِیا۔

پھر اُس نے ہَوا میں لٹکی ہوئی تیر کمان سنبھالی اور الاوٗ کے پاس آیا۔ پاس ہی پتّھروں کا ڈھیر تھا۔ اُس نے پتّھروں پر کچھ پڑھ کر پھوٗنکا پھر پتّھر کے اُسی ڈھیر پر جا بیٹھا۔ اچانک جلتے ہوئے صندوٗق میں سے ایک چمکیلا ڈنڈا نمودار ہوا۔ قریب تھا کہ وہ ڈنڈا پورس کا سر پھاڑ دے لیکن سر میں لگنے سے پہلے پورس نے بڑی پھُرتی سے ڈنڈے کو پکڑ لِیا۔ اُسی وقت آسمان میں ایک بھیانک چیخ سُنائی دی۔ پارا بولی 'شاید جادوگرنی آرہی ہے۔'

پورس نے وہ 'جادوٗ' کا ڈنڈا پارا کو تھما دِیا۔ خود تیر کمان سنبھال لی اور تیّاری میں تھا کہ جادوگرنی صِرف نظر آجائے؛ لیکن اِس سے پہلے اُس نے دیکھا کہ پارا ڈنڈے میں لٹکی ہوئی ہے اور اوٗپر فضا میں اُٹھتی چلی جارہی ہے۔ پورس چیخا:

''کُچھ بھی ہوجائے ڈنڈا مت چھوڑنا''.... پہلے تو پارا دہشت زدہ ہوگئی تھی لیکن پورس کی آواز سُن کر جان پر کھیلنے کو تیّار ہوگئی۔

پھر پورس نے ایک پتّھر فضا میں اُچھالا۔ وہ پتّھر پارا کے اوٗپر سے ہوتا ہوا

www.urduchannel.in

آگے چلا گیا اور پارا حویلی کے گنبد کے اوٗپر پہنچ کر رُک گئی۔ وہ اب بھی ڈنڈا پکڑ کر لٹکی ہوئی تھی۔ پھر پورس نے ایک اور پتّھر پارا سے بہت اوٗپر کی طرف پھینکا۔ اِتنے میں اُسے آسمان میں جادوگرنی دِکھائی دی جو طِلسمی جھاڑوٗ پر بَیٹھ کر پارا کی طرف بڑھتی چلی آرہی تھی لیکن وہ پارا سے بہت اوٗپر آکر رُک گئی جہاں پر پورس نے دوٗسرا پتّھر پھینکا تھا۔ فضا میں رُکی ہوئی جادوگرنی نے اپنے بال آگے کِیے اور آنکھیں تان کر چیخی:

''اچھّا تو تم لوگ یہاں پہنچ گئے ہو 'پارا اَور پورس؟''

جادوگرنی دِل میں بولی کہ 'مَیں پورس کا تو کچھ نہیں بگاڑ پاوٗں گی، ہاں پارا کی خبر لیتی ہوٗں۔' پھر وہ بڑی ڈراوٗنی آواز میں پارا سے بولی:

''تو' یہ ڈنڈا مُجھے دے دے پارا! مَیں تیرے بچّوں کو چھوڑ دوٗں گی رے۔''

''ارے تو' اپنی خیر مَنا سیانی! بڑی آئی بچّوں کو چھوڑنے والی۔'' پارا نے اُس سے زیادہ بھیانک آواز نکال ماری۔ جادوگرنی پھر بولی:

''تو' یہ ڈنڈا مُجھے دے دے پارا! اِس کے بدلے مَیں بہت سا سونا چاندی بھی تجھے دے دوٗں گی جو یہیں زمین میں گڑا ہوا ہے۔''

''اچھّا! پھر تو مَیں ابھی دیکھتی ہوٗں۔'' اِتنا کہہ کر پارا نے اپنے پَیر اوٗپر کِیے اور ڈنڈے پر ڈال دِیے۔ اب وہ ہاتھ اور پاوٗں ڈنڈے پر رکھے ہوئے اُلٹی لٹک گئی تھی جیسے سرکس میں جھوٗلے والے کھیل میں ہوتا ہے؛ پھر جادوگرنی سے بولنے لگی:

''ہاں، اب مُجھے خزانہ نظر آرہا ہے؛ مَیں خود نکال لوٗں گی، تیری ضرورت نہیں۔''

جادوگرنی تلملا اُٹھّی، اُس کا سارا دھیان ڈنڈے میں تھا۔ پورس سمجھ گیا کہ جادوگرنی کی جان جادوئی ڈنڈے میں ہے۔ اب پورس کو بھی ڈنڈے کی فکر پڑ گئی۔ یکا یک

جادوگرنی نے ایک بہت بڑے اَژدہے کا رُوپ دھارن کر لِیا۔ اُس نے جھاڑُو میں اپنی دُم لپیٹ دی اور اپنا مُنہ نیچے پارا کی طرف لپکایا؛ پھِر اُس نے بڑا سا مُنہ پھاڑا اور پارا کو نگل لِیا۔ پارا نے بڑی پھُرتی سے جادُوئی ڈنڈا اُس کے جَبڑے میں پھنسا دِیا۔ اَژدہا اپنے جسم سے لپٹ کر دوہرا ہوگیا اور اپنا مُنہ اوُپر کی طرف لے چلا تا کہ پارا کسی طرح اُس کے حلق میں چلی جائے لیکن پارا نے اُس کی دُم کی طرف لپک کر جھاڑُو کھینچ لی۔ جھاڑُو دُم میں سے نکل گئی اور اَژدہا حویلی کے گنبد پر گرا اور وہاں سے لُڑھکتا ہوا زمین پر آرہا۔

پارا اَژدہے کے جَبڑے میں سے زمین پر کوُد پڑی لیکن جادُوئی ڈنڈا اُس نے اب بھی نہیں چھوڑا تھا۔ پورس نے موقع دیکھ کر اَژدہے پر تیر چلا دِیا۔ اب اَژدہا زمین پر بَل کھانے لگا۔ پارا بھی اُس کے ساتھ ساتھ پٹخیاں کھانے لگی۔ پورس نے دَوڑ کر اَژدہے کے مُنہ میں سے ڈنڈا کھینچ لِیا پھر پارا اور پورس دونوں جھٹ طِلسمی جھاڑُو پر بَیٹھ کر اُڑ گئے۔

اُنھوں نے دیکھا کہ اب اَژدہا غائب ہوگیا ہے اور اُس کی جگہ ایک بہت بڑی کالی چمگادڑ وَجوُد میں آگئی ہے جو اُڑتی ہوئی اِن دونوں کی طرف بڑھتی چلی آرہی ہے۔ پورس جھاڑُو سمیت کاوا کاٹ کر اَلاؤ کے اوُپر سے گُزرا اور پوُری قوّت سے جادُوئی ڈنڈا جلتے ہوئے اَلاؤ کے بیچ میں پھینک دِیا۔ اَلاؤ بُری طرح بھڑک اُٹھا۔

ڈنڈے کے آگ میں پڑتے ہی چمگادڑ بڑی کرب ناک آواز میں چنگھاڑی۔ وہ اب پھر جادوگرنی کی شکل میں آگئی تھی اور وہ آپ ہی آپ اَلاؤ کی طرف گرتی چلی جارہی تھی۔ اَلاؤ ابھی اُس سے دوُر ہی تھا، تب ہی جادوگرنی کے پوُرے بدن میں آگ لگ چکی تھی۔ پورس ایک مرتبہ پھر اَلاؤ کے پاس اُترا اور اُس نے فوراً جھاڑُو اور تیر کمان بھی اَلاؤ میں ڈال دِیے۔ جادوگرنی کے گرتے ہی اَلاؤ کے شُعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔

www.urduchannel.in

پھر اچانک جادوگرنی کی حویلی دھُواں ہوکر اُڑ گئی اور اب وہاں ننگی پہاڑی زمین باقی رہی تھی جِس پر سبھی پرِندے لوٹ لگا رہے تھے؛ دیکھتے ہی دیکھتے سارے پرِندے ایک ساتھ اِنسان کے قالِب میں آگئے اور اُٹھ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے؛ گویا جادوگرنی کی مَوت کے ساتھ ہی اُس کے جادوُ کا کھیل ختم ہو چُکا تھا۔

پورس اور پارا نے دَوڑ کر موگرا اور گربہ کو گلے لگا لِیا۔ پورس نے تمام لوگوں کو اُن کی آزادی کی مُبارک باد دی اور اُن سے کہا کہ وہ رسّہ پکڑ کر ایک کے بعد ایک پہاڑی سے نیچے اُترتے جائیں۔ آخر میں پورس کا کنبہ پہاڑی پر رہ گیا۔ پورس نے الاؤ کی طرف دیکھا اور بڑبڑایا 'سب کُچھ بھسم ہوگیا، صِرف الاؤ باقی رہ گیا' چلتے چلتے اُس نے پارا سے سوال کِیا:

''جب تو' جادوئی ڈنڈے میں اُلٹی ہوکر لٹک گئی تھی، تب کیا سچ مُچ تُجھے جادوگرنی کا خزانہ دِکھائی دِیا تھا؟''

''ارے نہیں'' پارا نے ہنس کر جواب دِیا۔ ''وہ تو میں نے جادوگرنی کو چِڑانے کے لئے یوُں ہی کہہ دِیا تھا۔''

''لیکن میں جانتا ہوُں، خزانہ کہاں پر ہے۔'' پورس نے مُسکرا کر کہا۔ اُس کی بات پر تینوں چونک پڑے۔

''کہاں پر ہے خزانہ ؟'' موگرا اور گربہ نے بڑے شَوق سے ایک زبان ہوکر پوُچھا۔

''اِسی اَلاؤ کے نیچے دفن ہے۔ اگر مَیں یہاں نہیں آتا تو مجھے اس کا عِلم نہیں ہوتا۔ ابھی تو ہم گھر چلتے ہیں پھر کبھی آئیں گے اور نکال لے جائیں گے۔''

خزانے کی خبر سے اُن کے چہرے دمکنے لگے تھے۔ پھر وہ چاروں بڑی خوشی خوشی نیچے اُترے۔ پورس آخر میں اُترا تھا۔

شہد کا سوداگر

شہد کا سَوداگر بڑا من مَوجی آدمی تھا۔ گاؤں سے دُور جنگل میں گھر بنا رکھا تھا تاکہ زیادہ سے زیادہ شہد حاصِل کر سکے۔ بیوی بچّوں کے ساتھ وہیں رہتا تھا؛ جیسے تیسے گزر بسر ہو ہی جاتی تھی۔ جنگل سے شہد حاصِل کرنا اُس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ اُسے اِس کا ایک خاص گُر معلوم ہو گیا تھا۔ اُس نے وہ ہُنر اُس کے لڑکے 'چلبل' کو بھی سِکھا دِیا تھا۔ چلبل جب مدرسہ پڑھتا تھا تب کِتاب کی باتیں بڑی جلدی یاد کر لیتا تھا؛ بس اِسی طرح شہد نکالنے کا سبق بھی اُس نے دھیان میں رکھ لیا تھا۔

ایک دفعہ کی بات ہے۔ شہد بیچنے کے لیے باپ بیٹے شہر کے بازار گئے ہوئے تھے۔ شہد بیچ کر کُچھ فرصت ہوئی تو سَوداگر چلبل سے کہنے لگا :

''دیکھ بیٹا! شہد تو اپنا بڑی جلدی بِک چکا اور بازار ابھی زوروں پر ہے۔ کیا ہی اچھّا ہوتا اگر تو' دَوڑ کر جاتا اور گھر پر جو شہد رکھا ہوا ہے، وہ بھی لے کر آ جاتا تو آج کی اپنی کمائی دُگنی ہو جاتی۔''

چلبل نے دُگنی کمائی کا واقعہ کتاب میں پڑھا تھا۔ باپ کی بات جلدی سے اُس کی سمجھ میں آ گئی اور وہ بڑے جھونک میں گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ چلتے چلتے اُس کے دِماغ میں کیڑا کلبلایا:

' شہد ہی لے کر جانا ہے تو گھر جانے کی کیا ضرورت ہے۔ جنگل میں بھی تو جگہ جگہ شہد کے چھتّے ہیں۔ یہیں کہیں سے شہد نکال لیتا ہوں۔' پھر اُس نے کمر بند میں سے

www.urduchannel.in

تیل کی شیشی نکالی۔ شیشی میں ایسا تیل تھا جو اگر جسم پر مَل لیا جائے تو شہد کی مکھّی تو دُور کی بات، سانپ اور بچھّو بھی قریب پھٹکنے والے نہیں تھے۔ وہ طِلسماتی دوا اُس نے اپنے جسم پر مَسل مَسل کر لگا لی۔

جنگل میں اُس نے ایک درخت کو تاک لیا جس پر بڑا سا چھتّہ تھا۔ وہیں زمین پر درخت کی ایک سوکھی شاخ پڑی ہوئی تھی جو ڈنڈے کا کام کر سکتی تھی۔ اُس نے وہ شاخ اُٹھا لی اور اُسے آہستہ سے چھتّے کے پاس والی ڈالی پر پھینک دِیا۔ پھر اُس نے اپنا مشکیزہ اُتار کر کھولا۔ رسّی کی مدد سے مشکیزے کو درخت کی نچلی شاخوں میں پھیلا کر باندھ دِیا؛ اِس طرح کہ اگر اُوپر سے شہد کا چھتّہ گرے تو پھیلے ہوئے مشکیزے پر ہی گرے۔

اس کے بعد چلبل درخت پر چڑھ گیا۔ چھتّے کے قریب پہنچ کر ڈنڈا لپک لیا۔ ڈنڈے سے ٹھیس ٹھیس کر شہد کے چھتّے کو پیڑ سے الگ کر ڈالا اور چھتّہ آخر نیچے پھیلے ہوئے مشکیزے پر آ کر گرا۔ پھر وہ نچلی شاخ پر اُتر آیا۔ مشکیزے کو درخت سے الگ کِیا اور بڑی پھُرتی سے اُس کا مُنہ باندھ دِیا۔ اِس طرح چھتّے کے ساتھ ساتھ سینکڑوں شہد کی مکھّیاں بھی مشکیزے میں بند ہو کر رہ گئیں۔

وہ درخت سے اُترا۔ شہد کا پوٹلا کاندھے پر لادا اور پھر بازار کا رُخ کِیا۔ وہ بڑا خوش تھا کیوں کہ گھر جانے آنے میں اس سے دُگنا وقت لگنے والا تھا۔

راستے میں دس بارہ آدمی اُسے بازار کی طرف جاتے ہوئے نظر آئے۔ چلبل بھی قدم بڑھا کر اُس قافلے کے ساتھ ہو لیا۔ قافلے کے پیچھے پیچھے یہ کسی خیال میں مگن چلا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں پتہ چلا کہ یہ لوگ راستہ بھٹک گئے ہیں اور دُشوار گزار جنگل میں بے جگہ آ پھنسے ہیں۔ یہ لوگ اِس پریشانی سے نکلنے کی سوچ رہے تھے کہ ایک اور آفت آن پڑی۔

وہیں کہیں آس پاس راستے کے لُٹیرے جمع تھے۔ اُنھیں سُن گن لگ گئی اور اُنھوں نے اِس قافلے کو آ گھیرا۔

ایک ایک کے مال کی تلاشی لی جانے لگی؛ حالاں کہ لُٹیرے پہلے ہی بہت سا مال کہیں سے لوٹ کر لائے تھے جس میں سونا چاندی، درہم و دینار سبھی کُچھ تھا لیکن 'مُفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے' اِن کا مال بھی جمع کر لیا۔ آخر چلبل کا نمبر بھی آیا۔

اُس نے کِتاب میں پڑھا تھا کہ ایک لڑکے کو ڈاکوؤں نے پکڑا تھا تو اُس نے سچّائی کے ساتھ اپنا مال اُن کے حوالے کر دِیا تھا۔ جب ڈاکوؤں نے چلبل سے پوچھا کہ 'تیرے پاس کیا ہے؟' تو چلبل نے 'ایمان داری' سے مشکیزے کا مُنہ کھول کر شہد کا چھتّہ ڈاکوؤں کے آگے کر دِیا۔ شہد کی مکھّیوں کی پھُلجھڑی جب چھوٹی تو ڈاکو بوکھلا گئے اَور دوڑ بھاگے۔ چلبل نے کتاب میں پڑھا تھا کہ 'جو موقع پا کر کھوئے گا؛ وہ اَشکوں سے مُنہ دھوئے گا' بس اُس نے زمین پر سے دھول مٹّی اُٹھا اُٹھا کر ڈاکوؤں کی طرف پھینکنا شروع کر دی اور ذرا میں آس پاس کی فضا دھُواں دھار کر کے رکھ دی۔

ایک تو مکھّیوں کی یلغار، دوسرے گرد و غُبار کی بَوچھار۔ ڈاکوؤں کو کُچھ سُجھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ بوکھلا گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد مطلع صاف ہوا تو اُنھوں نے دیکھا کہ اُن کا اَثاثہ بھی صاف ہو چُکا ہے۔ پتہ چلا کہ 'ایمان دار' لڑکا اُنھیں چونا لگا کر چلا گیا ہے۔

بڑی دیر بعد ڈاکوؤں کو کُچھ سُدھ بُدھ ہوئی اور وہ دو دو تین تین کی ٹولی بنا کر جنگل میں اِدھر اُدھر دَوڑ پڑے تا کہ مال کی خبر لائیں۔

اُدھر چلبل ڈاکوؤں کا مال لپیٹ سمیٹ کر جلدی وہاں سے رفو چکّر ہو گیا تھا اور

www.urduchannel.in

دَوڑتا بھاگتا اُن سے کافی دور نکل چکا تھا۔ لیکن مُصیبت نے اب بھی پیچھا نہ چھوڑا تھا۔ اُس نے پیچھے مُڑ کر دیکھا تو بہت دور ایک ٹیلے پر دو لُٹیرے دِکھائی دِیے جو اُسی راستے پر دَوڑے چلے آ رہے تھے۔ خزانے کا بوجھ لے کر چلبل تیزی سے دَوڑ نہیں پا رہا تھا۔ وہ دِل ہی دِل میں بڑبڑانے لگا؛ 'مَیں نے تو سبھوں کا خاطر خواہ اِنتظام کر دِیا تھا پھر یہ دو کیوں باقی رہ گئے؛ چلو، باقی رہ گئے میری بلا سے، مگر یہ باقی میرے پیچھے کیوں آ رہے ہوں گے بھلا؟ لگتا ہے اِن کا الگ سے کُچھ اِنتظام کرنا پڑے گا۔'

جنگل کا راستہ اُوبڑ کھابڑ تھا اِس لیے لُٹیرے کبھی دِکھائی دیتے، کبھی غائب ہو جاتے اور پھر دِکھائی دینے لگتے۔ ابھی لُٹیرے کافی دور ہی تھے کہ راستے میں چلبل کے سامنے دو پگڈنڈیاں آئیں۔ اُن دو پگڈنڈیوں کے سنگم پر وہ رُک گیا اور کُچھ سوچنے لگا۔ راستے سے کُچھ ہٹ کر ڈھلان میں ایک گڑھا نظر آیا۔ وہ جھٹ گڑھے کے پاس پہنچا۔ اپنے خزانے کا گٹھّر اُتارا اَور اُسے گڑھے میں رکھ دِیا۔ سوکھی لکڑیاں اور بہت سی گھاس پھوس اُوپر سے ڈال دی تا کہ خزانہ چھُپا رہے۔ وہ پھر پلٹ کر پگڈنڈیوں کے سنگم پر آ گیا۔

اُس نے کتاب میں پڑھا تھا کہ دُشمن کو گھر کا پتہ بتلانا نہیں چاہیے، یہ سوچ کر اُس نے اپنے گھر کی طرف جانے والی پگڈنڈی چھوڑ دی اور دوسری پگڈنڈی پر ہو لیا جو ٹھگوں کے قبیلے کی طرف جاتی تھی؛ جِن کو چوری چکاری اور ٹھگی کے سِوا کام نہیں تھا۔

چلبل ٹھگوں والی ڈگر پر کافی دور نکل گیا۔ راستے سے لگ کر ایک جگہ اُسے آگ جلتی ہوئی نظر آئی۔ آگ دیکھ کر چلبل کی آنکھوں میں شرارت ناچنے لگی۔ اُس نے آس پاس سے بہت سی گھاس پھوس اور لکڑی اِکٹھّا کی اور لا لا کر جلتی ہوئی آگ پر ڈالتا گیا پھر راستے سے پَرے گھنی جھاڑیوں کے پیچھے چھُپ کر بیٹھ گیا۔

لُٹیروں کے وہاں آنے تک آگ خوب بھڑک چُکی تھی اور آس پاس گہرا دھُواں پھیلتا جا رہا تھا۔ لُٹیرے قریب آئے اور دھُوئیں کی پروا کیے بغیر ٹھگوں کی بستی کی طرف بڑھتے چلے گئے، تب چلبل جھاڑیوں سے باہر نکل آیا۔ اب وہ تیزی سے واپس اپنی سمت میں بھاگتا چلا جا رہا تھا۔ اب اگر لُٹیرے پلٹ کر دیکھتے بھی تو اُنھیں دھُوئیں کے سِوا کُچھ دِکھائی دینے والا نہیں تھا۔

وہ دَوڑتا ہوا اُس گڑھے کے پاس جا پہنچا جہاں مال دبا رکھا تھا۔ گڑھے میں سے اپنے خزانے کا گٹھّر نکالا، گٹھّر کاندھے پر لادا۔ وہ پھر راستوں کے اُسی سنگم پر واپس آیا اَور اپنے گھر کی طرف جانے والی پگڈنڈی پکڑ لی۔ جھاڑ جھنکاڑ کی اوٹ لیتا ہوا آگے بڑھا اور ہرن کی طرح چَوکنّا ہو کر اپنے گھر کی طرف چلا۔

گھر پہنچا تو ماں پھوٗلی نہیں سمائی۔ بِن مانگے خزانہ ہاتھ آیا تھا۔ وہ بیٹے کی بلائیں لینے لگی لیکن شام کو جب چلبل کا باپ گھر پر آیا تو وہ بڑے غُصّے میں تھا۔ کیوٗں کہ اُسے شہد کے اِنتظار میں، شہر کے بازار میں دِن بھر سوٗ کھنا پڑا تھا۔ اُسے غُصّے میں پایا تو چلبل کی ماں نے فوراً ڈاکوؤں کی دُرگت کا حال سُنایا کہ کِس طرح چلبل نے لُٹیروں سے اپنی جان چھُڑائی اور کِس طرح اُن کی آنکھ میں دھوٗل جھونکی اور اُن کی لوٗٹ کا مال پار کر لایا۔

حال سُن کر چلبل کا باپ ٹھنڈا تو پڑ گیا پھر بھی اُس نے ضروری سمجھا کہ چلبل کو اُس کی حرکتوں پر ڈانٹے پھٹکارے لیکن چلبل پر اُس کا کُچھ اثر نہیں ہوا۔ وہ سوچ رہا تھا' آپ سے آیا مال مَیں خواہ مخواہ کیوٗں چھوڑ کر چلا آؤں' یہ تو کتاب کے خلاف بات ہو جائے گی۔'

اُن کو فائدہ یہ ہوا کہ اب اُنھوں نے شہد کے علاوہ جانوروں کی تجارت بھی شروٗع کر دی تھی۔

www.urduchannel.in

جنگل کی ملکہ

بستی سے دوٗر وہ ایک تنہا گھر تھا جس میں ملکہ اپنی ماں کے ساتھ رہتی تھی۔

ملکہ گھوڑے پر سَوار ہو کر بکریاں چَرانے جایا کرتی تھی۔ اُس وقت وہ مردانہ لباس پہنتی تھی۔ بکریاں چَراتے وقت وہ اپنے گھوڑے پر عجیب عجیب کرتب دِکھایا کرتی۔ کبھی دَوڑتے ہوئے گھوڑے کی پیٹھ پر کھڑی ہو جاتی، کبھی قلابازی کھاتی، کبھی گھوڑے کی گردن میں لٹک جاتی، کبھی راستے میں آئے ہوئے جانوروں کے اوٗپر سے گھوڑا اُچھال کر لے جاتی، کبھی گھوڑے پر سے جھُکائی لیتی اور دَوڑتے ہوئے مور یا خرگوش کو اُچک لیتی۔ بڑی نٹ کھٹ تھی؛ ذرا نچلا بَیٹھنا نہیں جانتی تھی اور اُس کے پاس تھک جانے کا نام بھی نہیں تھا۔

ملکہ عام لڑکیوں سے نکلتے ہوئے قد کی چھَریرے بدن والی لڑکی تھی۔ وہ اِتنی خوٗب صوٗرت، خوش رنگ اور سِڈول تھی کہ جو اُسے دیکھتا تو بس دیکھتا ہی رہ جاتا۔ اس کے علاوہ اُس کے ہر انداز میں بَلا کا بانکپن تھا۔ لوگ اُسے 'جنگل کی ملکہ' کہتے تھے۔ اکثر وہ ایسا کرتی کہ کسی دوٗسرے چَرواہے کے ریوڑ میں اپنا ریوڑ مِلا دیتی اور خود گھوڑا دَوڑاتی ہوئی دوٗر دَراز کے علاقے کی سَیر کرنے نکل جایا کرتی۔ سَیلانی طبیعت تو تھی ہی، ساتھ ہی خطروں سے کھیلنے کی عادت بھی ہو گئی تھی۔ اُس کی بہادری کے قصّے بھی کُچھ کم نہیں تھے۔

اُس کا باپ اپنے وقت میں شاہی فَوج کا سِپہ سالار تھا جو سِپہ گری میں طاق تھا لیکن جنگ میں کام آ گیا۔ یہ لڑکی سپہ گری میں اپنے باپ سے بڑھ کر تھی۔

ملکہ ہر بات سے بے فِکر تھی لیکن ماں کو اُس کی شادی کی فِکر تھی۔ صِرف فِکر ہی

نہیں بلکہ یہ فِکر بھی کہ' ملکہ کا رِشتہ اپنے جیسے لوگوں میں ہو۔

اصل میں یہ لوگ خاندانی رئیس تھے جو بعد میں حالات کا شِکار ہو گئے اور لُٹ پُٹ کر برباد ہو گئے۔ حالات کے تھپیڑوں نے کہیں کا نہ رکھا، یہاں تک مجبوُر ہوئے کہ ماں بیٹی دیس چھوڑ پَر دیس چلے آئے اور گُمنامی میں رہنا گوارا کِیا۔ پَر دیس میں بھی آبادی سے دوُر ایک پُرانا کھنڈر تھا، اُسی کو لیپ چھاپ کر کے دُرست کر لیا۔ ماں بیٹی دونوں ہی جیالی اور ہِمّت والی تھیں اِس لئے اکیلے دُکیلے رہنے میں اُنھیں کوئی زیادہ پریشانی نہیں تھی۔ ایک دِن ملکہ کی ماں کہنے لگی:

''بیٹی! مَیں سوچتی ہوُں کہ اب تُجھے جنگل جانے سے نجات مِل جاتی۔''

''ہائیں مائی! ایسی بے سُری تُمھارے دماغ میں کہاں سے آئی؟ جنگل تو ہماری زِندگی ہے۔'' ملکہ اپنی تیکھی نظروں کو اَور بھی تیکھا کر کے بولی۔

''مَیں سوچتی ہوُں بیٹی! جنگل تو آخر جنگل ہوتا ہے۔ جنگل میں چور ڈاکو' بھی تو ہوتے ہیں۔ کبھی اُن کا سامنا ہو گیا تو....''

''امّی! پھر تو مَیں نے کوئی کام ہی نہیں کِیا اگر ڈاکوؤں کا اَثاثہ لوُٹ کر نہ لا سکی۔'' ملکہ بات کاٹ کر بڑے تاؤ میں بولی پھر خود ہی ٹھہر کر دھیرے سے ماں کو سمجھانے لگی:

'' سنو تو سہی امّی! پہلی بات تو یہ کہ دِن کے وقت چور ڈاکو' نظر نہیں آتے۔ اور اگر کبھی اُنھوں نے نظر آنے کی غلطی کر ڈالی، تو وہ غلطی اُن کے لِئے بڑے خَسارے کا سبَب بن جائے گی اور ہمارے لِئے بڑے نفع کا سَودا.... مائی! بات سمجھ میں آئی؟''

ابھی ماں بیٹی میں یہ تکرار جاری تھی کہ بستی کی طرف سے ڈھنڈورا پیٹنے کی آواز سُنائی دی اور پھر بادشاہ کے منادی نے اِعلان کِیا کہ 'بادشاہ سلامت فنِ سپہ گری کے ہر

www.urduchannel.in

طرح کے مظاہرے کروانا چاہتے ہیں؛ بہترین مظاہرہ کرنے والوں کو اِنعام و اِکرام سے نوازا جائے گا اور شاہی فَوج میں مناسب منصب عطا کِیا جائے گا۔'

'' امّی، تم نے سُنا؟ گھوڑ دَوڑ کا مُقابلہ بھی ہونے والا ہے؛ ہمارا موتی گھوڑ دَوڑ کے مُقابلے پر جائے گا اور بادشاہ سلامت سے اِنعام لے کر آئے گا۔''

ملکہ کا سَدھایا ہوا سفید گھوڑا 'موتی' کہلاتا تھا۔ ملکہ کو یقین تھا کہ موتی سے اچھّا گھوڑا کسی کے پاس نہ ہوگا۔

''لیکن میری بیٹی مُقابلے پر جائے گی کیسے؟''

''تمھاری بیٹی نہیں امّی، تمھارا بیٹا مُقابلے پر جائے گا۔''

اور یہ بات ماں کو اُس وقت سمجھ میں آئی جب مُقابلے کے دِن ملکہ نے ایک نوجوان لڑکے کا بھیس بدلا؛ مردانہ لباس پہن لِیا، سر پر پگڑی جمائی اور اُس پر طُرہ بھی۔ پھر مردانہ پاٹ دار آواز میں ماں سے اِجازت طلب کی۔ جواب میں ماں کا قہقہہ اُبل پڑا اور اُس کے ساتھ ہی آنکھوں میں آنسو' بھی... دُعاؤں کے آنسو'۔

شاہی محل کے باہر مَیدان میں عوام و خواص کا مجمع تھا۔ بادشاہ سلامت، مہارانی صاحبہ اور دیگر اراکینِ سلطنت ترتیب سے اپنی اپنی مَسندوں پر جلوہ اَفروز تھے۔ اپنے سفید گھوڑے کے ساتھ ملکہ جب شاہی محل پہنچی، اُس کے اَوسان دیکھ کر سبھی حیران رہ گئے۔ اُنھیں ایسا محسوُس ہوا جیسے آسمان سے کوئی فرشتہ اُتر آیا ہو۔ راج محل کی مہارانی نے جب اُسے غور سے دیکھا تو وہ ایکبارگی پھڑک اُٹھی۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی اور بے خودی میں اُس کی زبان سے نکلا:

''ارے یہ تو بالکل وہی ہے، وہی' جس کا مَیں خواب دیکھتی آئی ہوُں۔ اِسی کی تو

مُجھے تلاش تھی۔''

اور پھر مہارانی نے 'ملکہ' کی طرف اِشارہ کرکے بادشاہ کے کان میں کُچھ کہا۔

بادشاہ نے ملکہ کو غور سے دیکھا اور بے ساختہ ہنس پڑا پھر مہارانی سے بولا: 'خیر ابھی دیکھتے ہیں'۔ ملکہ خاموشی سے اپنا گھوڑا لے کر اُن گھوڑسواروں کی صف میں جا کھڑی ہوئی جو مُقابلے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ لوگ ہر پھِر کر ملکہ کو ہی دیکھ رہے تھے۔

محل سے دس میل کے فاصلے پر شاہی قِلعہ تھا۔ وہاں جانا تھا اور وہاں سے اپنے اپنے گھوڑے پر شاہی نِشان لگوا کر محل واپس آنا تھا۔ سِپہ سالار نے ہری جھنڈی دِکھائی اور تمام شہسوار مُقابلے پر رَوانہ ہوگئے؛ ملکہ بھی اپنے موتی کے ساتھ دَوڑ پڑی۔

اور اُس وقت مہاراجہ اور مہارانی کی باچھیں کِھل اُٹھیں جب ملکہ سب سے پہلے اپنے گھوڑے کے ساتھ آتی دِکھائی پڑی۔ اُسے آتا دیکھ کر تماشائیوں نے بڑے زور کا شور مَچایا؛ پوُرا مَیدان تالیوں سے گوُنج اُٹھا لیکن جیت کی سرحد میں داخِل ہونے سے پہلے ملکہ نے اپنے گھوڑے موتی کا رُخ موڑ دیا اور اُس کو محل سے دوُر ہی دوُر دائرے کی شکل میں دَوڑانا شروُع کر دیا اور گھوڑے سواری کے جِتنے کرتب وہ دِکھا سکتی تھی، جلدی جلدی دِکھانے لگی۔ اُس کی ایک ایک ادا پر مَیدان تالیوں سے گوُنج اُٹھتا۔ کُچھ دیر تک تو اُس کے کمالات کا سِلسلہ چلتا رہا۔ پھر ملکہ نے دیکھا کہ مُقابلے کے دو شہسوار بے تحاشا گھوڑا دَوڑاتے ہوئے چلے آرہے ہیں۔ ابھی وہ دونوں دوُر ہی تھے کہ ملکہ کو ایک نئی شرارت سوُجھی۔

اُس نے اُن دونوں شہسواروں کی طرف اپنا گھوڑا دَوڑا دِیا اور دَم بھر کے لئے وہ اُن دونوں سے پیچھے ہو لی۔ پھر بڑی پھرتی سے وہ پلٹی اور پلٹ کر اپنے موتی کو خوُب تیز دَوڑایا یہاں تک کہ موتی نے اگلے دونوں گھوڑوں کو جالِیا۔ اب تینوں گھوڑے ایک دوُسرے

www.urduchannel.in

کے برابر میں دَوڑنے لگے لیکن موتی تو موتی تھا؛ جان توڑ کر دَوڑا اور جیت کی سرحد تک آتے آتے وہ اُن دونوں گھوڑوں سے آگے ہو گیا۔ پھر ملکہ نے اپنے موتی کو قدِ آدم کے برابر اوُنچا اُچھالا اور اِتنی اوُنچی چھلانگ کے ساتھ جیت کی سرحد میں قدم رکھا۔

اِس تماشے پر سارے تماشائی بے قابوُ ہو گئے، ملکہ کی شرارت نے لوگوں کو دیوانہ کر دِیا تھا۔ خوشی کے مارے لوگ اُچھل اُچھل پڑتے تھے۔ گلا پھاڑ پھاڑ چِلاّتے تھے اور تالیاں بجاتے تھے؛ ایسا کہرام مَچا کہ کان پڑی آواز سُنائی نہیں دیتی تھی۔

ملکہ کی ہمّت اور جاں بازی دیکھ کر بادشاہ عَش عَش کر اُٹھا۔ اُس نے اِنعام کی رقم سے دوُگنی رقم دینے کا اِعلان کر دِیا۔ مہارانی دَوڑ کر آئی۔ اُس نے بڑے والہانہ انداز میں ملکہ کو گلے لگالِیا؛ ایسے جیسے کوئی ماں بہت دِنوں سے بِچھڑی ہوئی اپنی اَولاد کو گلے مِل رہی ہو۔

پھر ملکہ نے جیسے ہی اپنے گھوڑے کی طرف رُخ کِیا' بادشاہ ہنس کر بولنے لگا:

''بیٹا! تمھارا گھوڑا ہمیں بے حد پسند آیا۔'' ملکہ اس کا مطلب سمجھ گئی اور گھوڑے پر چڑھتے چڑھتے اُتر گئی۔

''یہ تو ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمارا موتی جہاں پناہ کو پسند آیا۔''

بادشاہ نے ملکہ کا گھوڑا اپنے لئے رکھ لیا اور اِنعام کی رقم کے برابر اور رقم گھوڑے کے بدلے میں دِلوا دی۔ پھر بادشاہ کے اِشارے پر وزیر آگے آیا اور ملکہ سے اُس کا نام گام پوُچھنے لگا۔ ملکہ نے غلط سلط پَتا بتادِیا اور وہاں سے چلنے کو تیار ہوئی۔

''بیٹا! کیا پَیدل جاؤ گے؟'' بادشاہ نے پُکار کر کہا۔ ''نہیں ایسا نہیں کرنا۔ ہمارے اَصطبل میں سے جو گھوڑا تمھیں پسند ہو، لے لو۔ وہ گھوڑا ہماری طرف سے تحفہ ہو گا۔''

ملکہ خوش ہوگئی۔ وہ گھوڑوں کی ذات پہچانتی تھی۔ اَصطبل میں سے اپنے موتی کے

ہی رنگ ونسل کا ایک شان دار گھوڑا اُس نے پسند کر لیا اور سلام کر کے وہاں سے رخصت ہوگئی۔

ملکہ کی ماں نے یک لخت اِتنی ساری رقم دیکھی تو اُس کی خوشی کا ٹھِکانا نہ رہا۔ دِل میں سوچنے لگی 'اب میں اپنی مَن پسند جگہ پر اپنی بیٹی کی سَگائی کر سکوں گی۔' پھر وہ ملکہ سے بولنے لگی:

''خدا کا شُکر ہے، اِتنی پونجی تو ہاتھ آ ہی گئی کہ ہم پھِر سے اپنے قدم جما سکیں۔ بیٹی ! تو نے تو بڑی کرامت کر دِکھائی۔''

''امّی، اِس سے بڑی کرامت تو تب ہوتی جب میں لڑکی کے بجائے لڑکا ہوتی۔''

''میں سمجھی نہیں!'' ماں نے پلکیں جھپکائیں۔

''میں جب مُقابلہ جیت کر آئی، اُس وقت مہارانی صاحبہ نے جس اَنداز میں مُجھے گلے سے لگایا، وہ کُچھ عجیب سا لگا۔ میں سوچتی ہوں، میری جیت کی خوشی سے زیادہ کسی اور بات کی خوشی تھی جو رانی صاحبہ کو تھی۔''

''بھلا ایسی کون سی بات ہوسکتی ہے بیٹی ؟'' ماں نے پوچھا۔

''مُجھے لڑکا سمجھ کر وہ اپنی دامادی میں لینا چاہتی ہوں' مُجھے ایسا محسوس ہوا۔'' بول کر ملکہ ہنسنے لگی۔ اُس کے ساتھ اُس کی ماں بھی ٹھٹّھا مار کر ہنس پڑی اور ہنستے ہنستے ہی بولی:

''اوں ہوں ہوں....دیوانے کا خواب' اب بھلا میں اَور کیا کہوں۔ بیٹی تو' ابھی بچّی ہے۔''

'' بچّی تو ہوں بے شک، لیکن میں نے بھی اپنے بال چھاؤں میں کالے نہیں کیے ہیں۔'' ماں بیٹی پھر ہنس پڑیں۔ خیر، یہ بات تو ہنسی میں اُڑ گئی۔ چند روز کے بعد ملکہ کہنے لگی:

www.urduchannel.in

''اب مُجھے اِس گھوڑے سے پیچھا چھُڑانا ہے امّی ! اِس کی وجہ سے میں پہچان لی جاؤں گی۔ اِسے شہر کے بازار میں بیچ آؤں گی۔''

جانوروں کے بازار میں اُس دِن گھوڑوں کی بڑی مانگ تھی۔ ملکہ اُس وقت بھی مَردانہ بھیس میں تھی۔ جیسے ہی بازار میں داخِل ہوئی، ویسے ہی گھوڑوں کا ایک بڑا سَوداگر دَوڑا چلا آیا۔ اور بھی بہت سے لوگ دَوڑ پڑے۔

''یہ وہی گھوڑا ہے نا جو بادشاہ سلامت کے یہاں مُقابلے میں جیتا تھا؟'' سوداگر نے سوال کِیا۔

''نہیں یہ اُس گھوڑے کا بھائی ہے۔ وہ گھوڑا جہاں پناہ کو پسند آ گیا تھا۔''

''اچھّا تو پھر، یہ گھوڑا دَوڑنے میں کیسا ہے؟'' سوداگر نے بے چَینی سے پوچھا۔

''نہ گھوڑا دو، نہ مَیدان' ابھی بازار میں آئے ہوئے کسی بھی گھوڑے کے مُقابلے میں میرا گھوڑا جیت کر دِکھائے گا۔'' ملکہ چٹکی بجا کر بولی۔

''آئندہ سال بادشاہ سلامت کے یہاں جو مُقابلہ ہوگا، اُس میں بھی یہ جیت کر دِکھائے گا ؟'' سوداگر نے آنکھیں چمکائیں اور پوچھا۔

''آئندہ مُقابلے میں وہ گھوڑا جیتے گا صاحب! جس پر مَیں سوار ہوں گا، سمجھے آپ؟'' ملکہ بڑے تپاک سے بولی۔

ملکہ کی بات پر سوداگر نے قہقہہ لگایا اور تھوڑی سی تکرار کے بعد ملکہ کا نیا گھوڑا خرید لیا۔

ملکہ نے سوچا، چلو چھُٹّی مِلی لیکن دوسرے ہی دِن کیا دیکھتی ہے کہ اُس کے آنگن میں شاہی محل کی بگھّی آ کر رُکی ہے۔ ملکہ اَچنبھے میں پڑ گئی۔ بگھّی پر راج محل کی چند عورتیں سوار تھیں۔ ابھی وہ ٹھیک سے اُترنے بھی نہیں پائی تھیں کہ ملکہ نے سوال جڑ دِیا۔

''آپ لوگوں کو ہمارا پتہ کیسے مِل گیا؟'' بے خیالی میں ملکہ کی زبان سے نکلا۔

'' شریر لڑکی! تم نے تو ہمیں اپنا غلط پتہ دِیا تھا۔ جس کی وجہ سے ہم پریشان اور رانی صا حبہ بے چَین تھیں۔ تمھیں ڈھونڈنے کے لِئے ہم نے کیا کیا جتَن نہیں کِیے۔ پھِر جب تم بازار میں گھوڑا بیچنے کے لِئے پہنچیں، بس ہمارے جاسوسوں نے تمھیں ڈھونڈ نکالا۔''

اب اُن عورتوں کو لا کر گھر میں بٹھانا تو تھا' بٹھائی؛ پھر اُن مہمانوں کے لِئے دودھ گرم کرنے چولھے پر چلی گئی۔ ملکہ کی ماں اُن عورتوں کے سامنے حَیرت اور سوال بن کر بَیٹھ گئی۔

'' حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے باجی! ہم لوگ راج محل سے آئے ہیں۔ سلطنت کی مہارانی صا حبہ نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے۔'' اُن میں سے ایک بی بی بولی۔

'' زہے عِزّ وشرَف! ہماری خوش قِسمتی ہوگی اگر ہم مہارانی جی کے کسی کام آ سکیں۔'' ملکہ کی ماں نے ادب سے کہا۔

پھر اُس بی بی نے ملکہ کی ماں کو ایک نئی بات بتلائی کہ' کبھی آپ کی بیٹی نے ہماری مہارانی جی کی جان بچائی تھی۔ اُس وقت مَیں بھی اُن کے ساتھ تھی، جب آدم خور جنگلیوں نے ہمیں قَید کر لیا تھا'

اب ملکہ کو بھی یاد آیا کہ' کبھی اُس نے جان پر کھیل کر دو عورتوں کو جنگلیوں کے چنگل سے چھُڑایا تھا' ملکہ نے اب جانا کہ' اُن میں سے ایک تو مہارانی صا حبہ تھیں اور دوسری یہ صا حبہ جو سامنے بَیٹھی ہوئی ہیں'

اُس کے بعد اُن بی بیوں نے اپنا بیان جاری کِیا۔' گھوڑ دَوڑ مُقابلہ' کے دن کی داستان سُنانی شروع کی کہ' کس طرح مہارانی جی نے ملکہ کو دیکھتے ہی تاڑ لیا تھا کہ' یہ تو وہی

www.urduchannel.in

لڑکی جَلوہ گر ہے۔' پھر اُس کے بعد ملکہ کی گھوڑے سواری کے عجائبات چٹخارے بھر بھر کر بَیان کِیے اور پھر کہا' رانی صا حبہ نے اُسی دَم آپ کی بیٹی کو اپنا جانشین بنانا طَے کر لیا تھا۔ وہ آپ کی بیٹی کو اپنی بہو' رانی بنانا چاہتی ہیں'

فخر کے مارے ملکہ کی امّی کا سینہ تن گیا۔ وہ اُن بی بیوں کی کہانی سُنتی جا رہی تھی اور پھولے نہیں سَما رہی تھی۔

غرض شہزادے کے ساتھ ملکہ کی شادی ہوگئی اور جنگل کی ملکہ کہلانے والی، آنے والے دِنوں میں' سلطنت کی ملکہ' کہلائی۔

****

چاندنی تیرا نام رہے

سونی سارے جنگل میں پھِرا کرتی تھی۔ وہ جنگل میں جِدھر سے گزر جاتی، اُدھر بَہار آ جاتی۔ اُسے دیکھ کر جانوروں کے مُنہ پر رَونق آ جاتی تھی۔ ایک تو اُس کا سُنہرا بدن، اُس پر گہرے یاقوتی ٹھپّے، ہیرے جیسی آنکھیں، سیاہ پُکھراج کے سے چمکیلے کھُر اور سینگ۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اِتنی شوخ اور چنچل بھی تھی کہ بس اُسے 'جنگل کی پری' کہہ لیں۔ اِتنی خوش نُما ہرن جنگل میں دوسری نہیں تھی۔

یہ جنگل پہاڑی سطحِ مُرتفع پر واقع تھا۔ سطحِ مُرتفع کے ایک طرف سینکڑوں فٹ گہری کھائیاں تھیں۔ جانور اِن کھائیوں کی مُنڈیر پر نہیں آتے تھے کہ کہیں پھِسل کر کھائی میں گر نہ پڑیں؛ ان کھائیوں کی ڈھلوان پر شیر کی ایک کچھار تھی، اِس وجہ سے بھی جانور اِدھر آنے سے کتراتے تھے اور شیر کی کچھار سے بہت دور جنگل میں پھِرا کرتے تھے۔

سونی البتّہ کبھی کبھی اِدھر آ نکلتی تھی اور پہاڑی کی کگار پر کھڑی ہو کر وادی کا نظارہ کِیا کرتی تھی۔ جب کبھی شیر اُسے دیکھ پاتا، اُس کی طرف دَوڑ پڑتا لیکن سونی ہمیشہ شیر کو جُل دے کر نکل جاتی اور کبھی اُس کے ہاتھ نہ آتی۔ شیر دِل میں مَسوس کر رہ جاتا اور سوچنے لگتا کہ 'وہ کون سا دِن ہوگا جب مَیں سونی جیسی پَری کا ناشتہ کر پاؤں گا۔'

ایک دِن کی بات ہے۔ شیر نے سونی کو دیکھ لِیا اور اُسے دَوڑا دِیا۔ سونی چوکڑیاں بھرتی ہوئی جنگل کی طرف بھاگی اور بہت تیز بھاگی۔ شیر بھی اُس کے پیچھے بے تحاشا دَوڑا کہ 'آج تو نہیں چھوڑوں گا' لیکن سونی بھی اپنی قِسم کی ایک ہی کائیاں تھی۔ دَوڑتے

www.urduchannel.in

دَوڑتے اُس نے دیکھا کہ ایک پتھریلی کھڑی چٹان کی چھاؤں میں ہاتھی کھڑا ہوا ہے۔

بس سونی چکّر کاٹ کر پتھریلی چٹان کے پچھواڑے کی طرف آئی اور ڈھلوان کی طرف سے ہو کر اُس چٹان پر چڑھ گئی جس کی آڑ میں ہاتھی کھڑا ہوا تھا۔ شیر بھی پیچھے پیچھے دَوڑتا ہوا اُسی چٹان پر آ پہنچا۔ سونی چٹان پر سے کُودگئی اور ہاتھی کی پیٹھ پر آ رہی؛ اِس قِسم کا سرکس دِکھانے میں تو وہ بڑی ماہر تھی۔

ہاتھی پلٹ پڑا اور اُس نے دیکھا کہ چٹان کے سِرے پر شیر کھڑا ہوا ہے۔ اُس نے اپنی سونڈ شیر کی طرف کر کے تیزی سے لہرائی کہ 'بیٹا آ جا، سونڈ میں اُٹھا کر نہیں پٹخا، تب بولنا' شیر حسرت سے ہاتھ مَلتا رہ گیا، کُچھ دیر وہاں مُنہ بسورے کھڑا رہا پھر واپس چلا گیا۔

جنگل کے جانور دُور دُور سے شیر اور سونی کا یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ وہ سونی کی چالاکی پر عَش عَش کر اُٹھے۔ سونی جب اُن کے پاس آئی تو جنگل کے جانور سونی سے کہنے لگے:

''سونی! تو جتنی چالاک اور پھُرتیلی ہے، ہم لوگ اِتنے چالاک نہیں ہیں کہ شیر کو اُس کے گھر کا راستہ دِکھا سکیں۔ شیر ہم میں سے کِسی نہ کِسی کو اُچک ہی لیتا ہے، تو ہمیں ایسا کوئی گُر بتلا دے کہ ہم شیر سے بچ سکیں۔''

جانوروں کی بات پر سونی نے آنکھیں مٹکائیں اور پھِر مُسکرا کر کہنے لگی:

''کوئی مُشکل نہیں؛ چرتے وقت تُم میں سے ہر ایک اِس کا دھیان رکھا کرے کہ آس پاس کوئی ایسی جگہ ہو جہاں وہ دَوڑ کر چھُپ جائے اور شیر وہاں نہ پہنچ پائے جیسے.... خرگوش اُچھل کر درخت کی کھوہ میں جا دَبکے، بندر کُود کر درخت پر چڑھ جائے، نیولا اپنی بِل میں گھُس جائے، کچھوا پتّھر کی کِسی دراڑ میں جا کر اَڑس جائے۔ اِس طرح تُم لوگ ہوشیار رہو تو شیر کو اُس کے گھر واپس بھیج سکتے ہو۔ بس اب اور کیا چاہیے۔''

سونی کی بات جانوروں کو بڑی اچھّی لگی اور وہ خوش ہو گئے۔اب وہ جنگل میں پھرتے وقت سونی کے مَشورے کا خیال رکھنے لگے۔ کُچھ دِن تو اِس طرح سے بیتے۔پھِر ایک مرتبہ جنگل کے تالاب پر جانور اِکٹھّا ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ' ایسا کب تک چلے گا؟ ہم شیر کی وجہ سے ڈر ڈر کر رہیں گے۔ڈر ڈر کر جئیں گے اور ڈر ڈر کر مریں گے؟'

پھِر اُنھوں نے مُنہ اُٹھا کر سونی کی طرف دیکھا:

''سونی بہن! کیا کبھی ایسا دِن بھی آئے گا، کہ ہم آزادی سے جی سکیں؟ پوُری آزادی اور بے فِکری کی زِندگی۔''

جانوروں کا ایسا کہنا تھا کہ جانے کیا ہو گیا؛ سونی کے چہرے کا رنگ ہی بدل گیا جیسے وہ کسی دوُسری دُنیا میں پہنچ گئی ہو۔بالکل نہیں لگتا تھا کہ یہ وہی چنچل سونی ہے۔وہ ایک ٹک اُفق میں گھوُرے جا رہی تھی۔جانوروں نے اُسے بڑی حیرت سے دیکھا...' یہ تو بڑی چَٹر پَٹر اور چُلبلی ہوتی تھی، ابھی ابھی اُسے کیا ہو گیا؛ وہ تو جیسے پتّھر کی بن کر رہ گئی ہے۔'

''کیوں ری سونی، اَیسا کیا ہو گیا ہے تُجھے...کیا سوچنے لگی؟...'' جانوروں میں سے کِسی نے پوُچھا۔

''بے چاری چاندنی''....سونی سِسکاری بھر کر بولی۔

''کیا کہہ رہی ہے ؟....کیسی چاندنی ؟ ''

''ابّو' خاں کی بکری....چاندنی....وہ جو آزادی کے لِیے اپنی جان پر کھیل گئی تھی۔ تمھاری بات پر سے مُجھے اُس غریب کی یاد آ گئی۔ہماری مُحسن' ہماری رَہبر.... ابّو' خاں کی بکری.... چاندنی۔''

اِتنا کہہ کر سونی نے پھِر ایک ٹھنڈی سانس لی اور زمین کی طرف گھوُرنے لگی....

www.urduchannel.in

پھِر بولی:

''تُم لوگ ٹھیک کہتے ہو؛ زِندگی اور آزادی۔آزادی جب نہیں تو جینے کا مزا کیا!''

سونی پھِر کِسی خیال میں کھو گئی۔جانور اَب بھی اُسے حَیرت سے دیکھے جا رہے تھے۔سونی کا یہ رُوپ اُنھوں نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا؛ جیسے کِسی سلطنت کی ملکہ....اپنی رعایا کی فِکر میں ڈوُب گئی ہو۔آخر اُس نے سر اُٹھایا اور دھیرے سے کہنے لگی:

'' تُم لوگ ایک کام کرو....تین دِن تک اپنے آپ کو سنبھالو....تُم میں سے کوئی بھی شیر کے ہتّھے نہ چڑھنے پائے، اُس کی خوَراک نہ بننے پائے، اُسے بھوَ کا رکھنا ہے۔ بس اِتنا کام کرو.... مَیں سمجھتی ہوں دو تین دِن تک ایسی اِحتیاط تو تم لوگ کر لو گے۔''

جانوروں کو اُس کی یہ بات بھی پسند آئی۔اُنھوں نے سونی کو اِطمینان دِلایا۔اُن میں سے ایک بولنے لگا :

''کل سے تو کوئی پکڑا نہیں گیا ہے، ہم یقین دِلاتے ہیں کہ ہم ضروُر اِحتیاط کریں گے اور ہرگز شیر کا نوالہ نہیں بنیں گے۔''

''بس اب تم لوگ جاؤ اور میری بات کا خیال رکھو....پھر ہم دیکھتے ہیں۔''

سونی نے بڑی رعوُنت سے کہا۔جانور ایک ایک کر کے وہاں سے کھسکنے لگے۔سونی اکیلی رہ گئی۔اب پھر وہ سوچنے لگی۔

' آزادی، مکمّل آزادی... بے فِکری کی زِندگی ...یہ ارمان تو میرا بھی ہے۔ چاندنی کا بھی یہی خواب تھا۔اُس نے اپنی جان نہیں دی بلکہ ہمیں آزادی کا سبق دے گئی۔میں اُس کی قربانی کو رائیگاں نہیں جانے دوں گی۔میں آزادی کے لِیے لڑوں گی، چاہے اِس کے لِیے مُجھے اپنی جان پر کھیلنا پڑے...چاندنی کی طرح۔'

دوٗسرے دِن سونی اُس عِلاقے کی سَیر کر رہی تھی جہاں شیر کی کچھار تھی۔ وہ آج پھر پہاڑی کے اُن کناروں پر پھر رہی تھی جِن کے نیچے گہری اور خطرناک کھائیاں تھیں' جِن میں گرنے کے بعد کِسی کی ہڈّیوں کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ پہاڑی کی کگار پر ٹہلتے ٹہلتے وہ ایک جگہ رُک گئی۔ یہاں کگار پر گھنی جھاڑیاں تھیں اور جھاڑیوں کے پیچھے جامُن کا ایک پیڑ نظر آ رہا تھا جو کھائی کی چٹان پر اِتنا تِرچھا اُگا ہوا تھا کہ اُس کا تنہ آڑا نظر آتا تھا۔ سونی جھاڑیوں میں کھڑی ہو کر جامُن کے پیڑ کو خوٗب غور سے دیکھ رہی تھی جیسے پیڑ کی ایک ایک شاخ کا نقشہ اپنے دِل میں اُتار رہی ہو۔ پھر وہ مُنہ ہی مُنہ میں بڑبڑائی:

''اب میں دُشمن سے نِپٹ لوٗں گی، پھر چاہے زِندہ رہوٗں چاہے مَر جاؤں، پر کام کر جاؤں۔''

پھر وہ بڑے اِطمینان سے جنگل کی طرف پلٹی اور تالاب پر پہنچی۔ اب شام ہو چلی تھی۔ سونی نے خوٗب جی بھر کر پانی پِیا اور تالاب سے کُچھ دوٗر ہٹ کر ایک کنارے پاؤں پَسار کر بَیٹھ گئی۔ بَیٹھے بَیٹھے رات ہو گئی۔ اچانک سونی چوٗکنّا ہو کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

اُسے دوٗر پر شیر دِکھائی دِیا جو پانی پینے کے لِئے تالاب کی طرف چلا آ رہا تھا لیکن ڈھیلی ڈھالی چال کے ساتھ۔ وہ بھوٗک سے اِتنا نِڈھال ہو گیا تھا کہ اُس کے پاؤں نہیں اُٹھ رہے تھے۔ سونی سمجھ گئی کہ جانوروں نے بہت اِحتیاط بَرتی ہے اور گرو' کا حال پتلا کر ڈالا ہے۔ موقع اچھّا ہے؛ لوہا گرم ہے، ہتھوڑا مار دینا چاہیے۔ کل کی بجائے آج ہی اِس کا کھیل تمام ہو جاتا تو کیا بات ہوتی۔

سونی نے دِل ہی دِل میں ایک منصوبہ بنایا۔ جیسے ہی شیر تالاب پر پہنچا، دوٗسری طرف سے سونی اِس طرح بے صبری بن کر تالاب کے پانی پر آئی جیسے بہت پیاسی ہو۔ شیر

www.urduchannel.in

نے سونی کو دیکھا تو اُس کی بُجھی بُجھی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ بھوٗ کا تو تھا ہی، اُس نے پانی بھی نہیں پِیا اور سونی پر دھاوا بول دیا۔ سونی بھاگی اور شیر اُس کے پیچھے بھاگا۔ سونی اور شیر میں دَوڑ کی ریس لگ گئی۔ دَوڑتے دَوڑتے دونوں ایک ہی بات سوچ رہے تھے۔

'بڑی مُشکل سے ایسا موقع ہاتھ آیا ہے؛ اِس موقع کو ہاتھ سے جانے دینا نہیں چاہیے۔'

سونی جان بوٗجھ کر دھیرے دھیرے دَوڑ رہی تھی تاکہ وہ مرگھلا بھوٗکا باگھ اُس کے پیچھے دَوڑتا رہے، اُدھر شیر ایسا سمجھ رہا تھا جیسے وہ سونی کو پکڑ ہی تو لے گا۔ دَوڑتے دَوڑتے سونی اُس ڈگر پر ہو لی جو جامُن کے پیڑ کی طرف جاتی تھی۔ جب وہ گھنی جھاڑیاں سامنے نظر آنے لگیں جنھوں نے جامُن کے پیڑ کو چھُپا رکھا تھا تو سونی نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ شیر اُس کے پیچھے جان توڑ کر دَوڑ پڑا کہ ہاتھ آیا ہوا شِکار نکلا جا رہا ہے۔

سونی رفتار بڑھا کر بڑے زور سے پھُدکی اور پھُدک کر ایک اوٗنچی چھلانگ لگائی۔ وہ جھاڑیوں کی پھُننگ پر سے اُڑتی ہوئی چلی اور پیچھے چھُپے ہوئے جامُن کے پیڑ پر جا چپکی۔ اُس نے اپنے مَنصوٗبے کے مطابق اپنے پَیر پیڑ کی شاخوں میں پھَنسا دِیے۔

اُس کے پیچھے شیر نے بھی اُڑان بھری اور جھاڑیوں کو پھلانگ کر وہ بھی جامُن کے پیڑ پر آ رہا لیکن اُس نے پیڑ پر اپنا پَینترا جمانے کا منصوٗبہ پہلے سے نہیں بنایا تھا اِس لِئے وہ جامُن کی شاخوں کو تھام نہیں پایا، اُلٹے اُس کے وزن کا جھٹکا پڑنے سے جامُن کا پیڑ جڑ کے پاس سے چَرچَرایا اور ٹوٗٹ کر نیچے لٹک گیا۔ سونی چوٗں کہ جامُن کی ڈالیوں سے چپکی ہوئی تھی اِس لئے پیڑ کے اُلٹ جانے پر وہ اَوندھی تو ہو گئی پَر گری نہیں لیکن شیر مِیاں جامُن کے پیڑ سے چھوٗٹ کر الگ ہو گئے اور گہری کھائی کی طرف رَوانگی ڈال دی۔ آخر میں شیر کی

بڑی دردناک چیخ سُنائی دی۔

جامُن کا پیڑ ٹوٹ کر اُلٹ جانے سے سونی کو زِندگی کی اُمّید نہیں رہی لیکن پھر بھی اُس نے پیڑ کی شاخوں کو جکڑ رکھا تھا کہ 'جب تک سانس ہے تب تک آس ہے۔ زِندہ رہنے کی کوشش تو کروں گی۔'

رات کے سنّاٹے میں یا تو پتّوں کی سَرسَراہٹ تھی یا سونی کے کراہنے کی آواز۔ وہ اِسی طرح پیڑ میں لٹکی رہی یہاں تک کہ صُبح کی سَپیدی نمودار ہونے کو آئی۔ اب سونی کے پَیر جَواب دے گئے تھے۔ اُس کی آنکھوں میں رہ رہ کر اندھیرا سا چھانے لگا تھا۔ آس پاس کا سارا منظر اُسے دھُواں دھُواں سا دِکھائی دے رہا تھا۔ اُس نے نیچے کھائی کی طرف نظر ڈالی اور کانپتی ہوئی آواز میں بولی:

''بس اب دَم نکلنے کو ہے چاندنی!....کوئی دَم میں مَیں تیرے پاس آتی ہوں بہن۔''.... اِتنا کہا اور آنکھیں بند کرلیں۔ اُس کا سر چکرا رہا تھا۔

قریب تھا کہ وہ جامُن کی ڈالیوں سے چھوٹ جاتی اور کھائی کی طرف ڈَھے جاتی، اُسی وقت جامُن کے پیڑ میں حَرکت پیدا ہوئی اور پیڑ اوپر اُٹھ کر پہلے کی طرح آڑا ہوگیا۔ پھر پیڑ ایک مرتبہ اور چَرچَرا کر اوپر اُٹھا اور سیدھا کھڑا ہوگیا؛ یہ بڑی اَچنبھے کی بات تھی۔

سونی نے آنکھیں کھول دیں اور اُسے ہاتھی نظر آیا جس نے جامُن کا پیڑ سونڈ سے پکڑ رکھا تھا۔ ہاتھی نے پیڑ کو جَڑ سے توڑ لیا تھا اور اب وہ اُسے اوپر کی طرف کھینچ رہا تھا۔ پھر اُس نے جامُن کے پیڑ کو پہاڑی کی کگار پر دھیرے سے رکھ دِیا۔ سونی پیڑ کو چھوڑ کر زمین پر لُڑھک گئی؛ وہ بے ہوش ہوگئی تھی۔ ہاتھی نے سونی کو سونڈ سے پکڑ کر اُٹھالیا اور پانی کے تالاب کی طرف بھاگا۔

www.urduchannel.in

اب صُبح کا اُجالا پھَیل گیا تھا۔ تالاب پر اور بھی جانور پانی پینے کے لِئے آئے ہوئے تھے۔ وہ سب دَوڑ پڑے۔ ہاتھی نے سونی کو تالاب کے تَٹ پر ڈال دِیا اور اپنی سونڈ میں پانی بھر کر سونی پر پانی کی پھُوار ماری۔ سونی کے جسم میں جھُرجھُری پیدا ہوئی اور پھِر وہ اُٹھ کر کھڑی ہوگئی؛ اُٹھتے ہی دَوڑی اور تالاب کے پانی پر ٹوٹ پڑی۔ سبھوں کے چہرے ایسے کِھل اُٹھے جیسے سونی کی جان میں اُن کی جان ہو۔

جنگل کے جانوروں سے ہاتھی کہنے لگا:

''دیکھا تم لوگوں نے چاندنی کو؟ چاندنی کو دوسری زِندگی مِلی ہے۔''

سونی پانی پیتے پیتے پلٹی اور جانوروں کی طرف رُخ کر کے بولی:

'' نہیں، ایسی بات نہیں....چاندنی کو دوسری زِندگی تو اُسی وقت مِل گئی تھی جب وہ آزادی کے لِئے لڑ مَری تھی....کیا تُمھیں یاد نہیں' بوڑھی چڑیا نے کیا کہا تھا! وہ مَر کر اَمر ہوگئی ہے۔ چاندنی آج بھی زِندہ ہے، وہ ہمیشہ زِندہ رہے گی۔ اُس کا بہت بڑا مرتبہ ہے۔ وہ آزادی کی عَلَم بردار ہے اور ہم اُس کی فوج کے ادنیٰ سپاہی....''

'' سونی سچ کہتی ہے۔'' ہاتھی بولا۔

****

کوئلے کی پوٹلی

کسی گاؤں میں ایک حکیم جی رہا کرتے تھے۔اُن کا ایک لڑکا تھا جسے لوگ 'ساگا' کہہ کر پُکارتے تھے۔حکیم جی تو بڑے سیدھے سادے تھے لیکن ساگا سخت بد دماغ اور اکھڑ مزاج تھا۔ناک پر مکھّی نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔وہ لمبا تڑنگا اور طاقت ور بھی تھا۔حکیم جی نے حکیمی کے سارے ہُنر ساگا کو سِکھلا دِیے تھے اور اب وہ لوگوں کا عِلاج بڑی کامیابی کے ساتھ کرتا تھا لیکن اُس کی یہ عادت تھی کہ وہ کسی سے سیدھے مُنہ بات نہیں کرتا تھا اور کبھی کبھار تو مار بیٹھتا تھا البتّہ اُس کے عِلاج کا شُہرہ دُور دُور تک ہو گیا تھا۔

ایک رات کی بات ہے۔حکیم جی کے آنگن میں ایک بَیل گاڑی آ کر رُکی۔ساگا جاگ رہا تھا، اُٹھ کر باہر آیا۔دیکھا کہ بَیل گاڑی پر کُچھ عجیب شکل کے لوگ سوار ہیں۔اُس نے خیال کِیا کہ شاید خانہ بدوشوں کی کوئی ذات ایسی بھی ہوتی ہوگی۔گاڑی کے سوار گاڑی پر سے اُترے بغیر بولنے لگے:

''ہم بستی سے دُور فاصلے پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔سردار کی بیٹی کی حالت خراب ہے۔آپ عِلاج کے لِیے چلیے۔سردار آپ کو ٹھیک ٹھاک نذرانہ دیں گے۔'' اُن کی آواز بھی کچھ عجیب تھی۔

ساگا کِسی بات سے ڈرتا نہیں تھا۔اُس نے خاموشی سے کُچھ ضروری سامان، جڑی بوٹیاں اور دوائیں ساتھ لے لیں اور چُپ چاپ بَیل گاڑی پر بَیٹھ کر اُن کے ساتھ چلا گیا۔

بستی سے نِکلنے کے بعد بَیل گاڑی ہَوا سے باتیں کرنے لگی۔گھوڑے بھی کیا

www.urduchannel.in

دَوڑیں گے، اِتنی تیزی سے بَیل دَوڑ رہے تھے۔اَیسا لگتا تھا جیسے گاڑی اب اُلٹی اور تب اُلٹی لیکن ساگا کُچھ بولا نہیں، البتّہ ہوشیار ہو کر بیٹھا رہا کہ 'کبھی گاڑی اُلٹنے کو ہوئی تو کُود جاؤں گا۔' کھیت اور جنگل کے درمیان راستہ بڑی تیزی سے گُزرتا رہا۔نہ جانے کِتنا فاصلہ طے ہوا ہوگا کہ راستے پر ہی ایک جگہ گاڑی رُک گئی۔وہ لوگ اُترے اور ساگا کو بھی اُترنے کا اِشارہ کِیا۔اُنھوں نے ساگا کا سامان اُٹھا لیا تھا۔

وہ لوگ ایک پگڈنڈی پر چلنے لگے۔ساگا اُن کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔وہ لوگ پگڈنڈی پر اِتنی تیزی سے چلے جا رہے تھے جیسے ہَوا میں تیر رہے ہوں۔ساگا کو اُن کے پیچھے دَوڑنا پڑ گیا۔پگڈنڈی ایک پتھریلے عِلاقے پر جا کر ختم ہو گئی۔سامنے ایک ندی آڑے آ گئی تھی۔ندی کے تٹ پر جہاں کُچھ سپاٹ پتّھر تھے، وہاں خانہ بدوشوں کا سا سروسامان بِکھرا پڑا تھا۔وہاں وہ لڑکی مُنہ اوڑھے اوندھی لیٹی ہوئی تھی جِس کے عِلاج کے لِیے ساگا آیا تھا۔لڑکی درد سے کراہ رہی تھی اور مُنہ ہی مُنہ میں کُچھ بڑبڑاتی جا رہی تھی۔کُچھ فاصلے پر چند پرچھائیاں نظر آ رہی تھیں۔ساگا نے سوچا ' وہ قافلے کی عورتیں ہوں گی۔'

کِسی سے کُچھ پُوچھے بغیر ساگا نے لڑکی کا ہاتھ تھاما۔چادر کے اوپر سے ہی سر پر ہاتھ رکھّا۔پَیر کا حِصّہ ٹٹول کر دیکھا اور پھر گہری سوچ میں ڈُوب گیا۔لڑکی کا باپ ساگا کو گھُور رہا تھا لیکن وہ بھی خاموش ہی رہا۔پھر ساگا نے کُچھ جڑی بوٹیاں نِکالیں۔کھرل اور بٹّے کی مدد سے پیس کر دَوا بنائی اور کہنے لگا:

''آدھی دَوا پانی میں گھول کر ابھی پِلا دو۔آدھی دِن میں کسی وقت پِلا دینا۔مَیں تھوڑی دیر یہاں ٹھہرتا ہوں۔'' اِتنا کہہ کر ساگا اُٹھ کھڑا ہوا اور اُن کی طرف دیکھے بغیر دُور جا کر پتّھروں کی اوٹ میں لیٹ گیا۔اُس کی آنکھ لگ گئی۔

جب آنکھ کھُلی تو ساگا نے دیکھا کہ قافلہ غائب ہے۔قریب آکر دیکھا تو ساگا کا سامان پڑا ہوا ہے اور سامان کے ساتھ ہی ایک بڑی سی پوٹلی بھی رکھی ہوئی ہے۔ پوٹلی کھول کر دیکھی تو اُس میں کالے پتّھر کے ٹُکڑے بھرے ہوئے ہیں جیسے پتّھر کا کوئلہ ہوتا ہے۔ساگا کا ماتھا گھوُم گیا کہ ' یہ بھی کوئی نذرانہ ہے؟ یہ پتّھر کے کوئلے؟ یہ تو مذاق ہے بالکل۔'

لیکن پھر وہ ٹھنڈا پڑ گیا۔اُس نے اپنا سامان اُٹھالیا،ساتھ ہی 'اِنعام' میں مِلی ہوئی 'کوئلے کی پوٹلی' بھی اُٹھالی اور پگڈنڈی پکڑ کر راستے پر آ گیا۔وہاں بَیل گاڑی اب بھی کھڑی ہوئی تھی۔ساگا گاڑی پر سوار ہوا۔گاڑی اپنے گاؤں کی طرف موڑی اور چل پڑا لیکن بَیل اب پہلے جیسی تیزی سے نہیں بھاگ رہے تھے۔

تھوڑی دوُر چلا تھا کہ راستے میں ڈاکوؤں نے آ پکڑا۔اُنھوں نے ساگا کو بے سروسامان پایا تو کھِسیا گئے۔کوئلے کی پوٹلی راستے کے کِنارے اُلٹ دی۔خالی پوٹلی گاڑی میں پھینک دی۔اُس کے بعد اُنھوں نے مِل کر ساگا کو بڑی بے دَردی سے مارنا شروُع کِیا یہاں تک کہ ساگا بے ہوش ہو گیا۔

رات کا آخری پہر تھا۔ایک پَنہارن اُدھر سے گُزری۔اُس نے بَیل گاڑی پر ایک نَوجوان شخص کو سوتا ہوا پایا اور راستے پر پتّھر کے کوئلے بِکھرے ہوئے دیکھے۔اُسے کوئلوں کی ضروُرت تھی۔اُس نے وہ کوئلے بٹور لیے اور پانی کے مٹکے میں بھر لیے پھر واپس اپنے گھر کی طرف چلی۔چلتے چلتے اُس نے بَیلوں کو ہنکا دِیا اور بَیل چلنے لگے۔

گاڑی پہلے کی طرح ساگا کے آنگن میں آکر رُک گئی۔ساگا بھی ہوش میں آ گیا تھا۔اُس نے اپنا سامان اور خالی پوٹلی اُٹھالی اور گاڑی پر سے اُترا۔اُس کے اُترنے کے ساتھ ہی بَیل پلٹ پڑے اور جس طرف سے آئے تھے،اُس طرف گاڑی دَوڑا دی۔تھوڑی

www.urduchannel.in

دیر میں بَیل گاڑی نظر سے اوجھل ہو گئی۔

بَیلوں کی حرکت پر حیرت کرنے کا موقع نہیں تھا۔ساگا تھکا ہوا تھا۔اُس نے گھر والوں کو اِشارہ کر دِیا کہ 'ابھی کُچھ مت پوُچھو'،اور وہ ایک کِنارے لیٹ گیا۔ساگا کا لڑکا پوٹلی اُٹھا کر اُلٹ پلٹ کر رہا تھا۔اُس میں کوئلے کا ایک ٹُکڑا اٹکا ہوا تھا۔لڑکا کالے پتّھر کا وہ ٹُکڑا لے کر ساگا کے پاس آیا اور پوُچھنے لگا کہ 'ابّو،یہ کیا چیز ہے؟'

ساگا جلا ہوا تو تھا ہی،اُس نے وہ پتّھر کا ٹکڑا لڑکے کے ہاتھ سے چھین لیا اور اُسے چوُلھے میں پھینک دِیا۔ساگا کی بیوی جب روٹی پکا چُکی تو راکھ سمیٹنے لگی۔اُس راکھ میں اُسے پیلی چمک دار کوئی چیز دِکھائی دی۔اُس نے وہ چمک دار چیز حکیم جی کو دِکھائی۔حکیم جی نے دیکھا تو چونک پڑے اور بولے:

''ارے،یہ تو سونے کی ڈلی ہے۔''

سونے کی ڈلی کے نام پر حکیم جی کی بہوُ اُچھل پڑی۔حکیم جی نے اُسے تاکید کر دی کہ کِسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے۔اُس کے بعد نہ چاہتے ہوئے بھی حکیم جی نے ساگا کو جگا دِیا اور اُس کو بتایا کہ اُس نے کوئلہ سمجھ کر جو پتّھر چوُلھے میں ڈالا تھا،وہ پتّھر نہیں سونا ہے۔ساگا نے سونے کا نام سُنا تو ہڑبڑا کر اُٹھ بَیٹھا۔اُس نے حکیم جی کے ہاتھ میں سونے کی ڈلی دیکھی تو حیران رہ گیا۔اُس کی ساری تھکن کافور ہو گئی اور وہ فوراً اُس جگہ جانے کے لِیے تیّار ہو گیا جہاں کوئلے پھینکے گئے تھے۔

اُسی وقت باپ بیٹے نے کِرائے پر ٹٹّو حاصِل کِیے اور چل پڑے۔بہت لمبا فاصلہ طے کِیا تب کہیں جا کر کوئلوں کی جگہ پر پہنچے،وہاں دیکھا تو کوئلے غائب!آگے بڑھے اور پگڈنڈی پکڑ کر ندی کے پتھریلے ساحِل پر پہنچے۔وہاں بھی کُچھ نہ مِلا؛نہ رات کے مُسافر،نہ اُن

کا ساز وسامان۔ ہاں، رات کی دَوا کا تھوڑا سا سفوف اُس جگہ بکھرا ہوا مِلا جہاں ساگا نے کھرل میں دوا پیسی تھی۔ باپ بیٹے واپس ہوئے اور دوبارہ کوئلوں کی جگہ پر آئے۔ آس پاس کے کِسانوں سے کوئلوں کے بارے میں پوُچھا۔ جنگل کے گھسیاروں اور بنجاروں کو ہلا ڈُلا کر دیکھا۔ کئی طرح کا لالچ دِیا لیکن کوئلہ اُٹھا کر لے جانے والے کا سُراغ نہ مِلا۔

اِس واقعے کو کافی عرصہ بیت گیا۔ ایک مرتبہ ساگا پردیس کے سفر پر نِکلا۔ دوُر کا سفر تھا۔ اُسے پردیس میں جڑی بوُٹیوں کے ایک سوداگر سے مِلنا تھا۔ دَوائیں تیار کرنے کے لئے جڑی بوُٹیاں خریدنی تھیں۔

جب وہ سوداگر کے شہر میں پہنچا تو دیکھا کہ ایک جگہ لوگوں کی کُچھ بھیڑ سی لگی ہوئی ہے۔ سامنے دومنزلہ عِمارت ہے۔ اوُپری منزل پر ایک شخص ہے جو شراب کے نشے میں دھُت ہے، وہ راستہ چلتے لوگوں کو للکار رہا ہے اور بُرا بھلا کہہ رہا ہے۔ لوگوں سے پتہ چلا کہ شادی سے پہلے یہ نَوجوان بڑا غریب طبیعت تھا۔ ہر ایک کے ساتھ مِلنساری سے پیش آتا تھا۔ شادی کے بعد اُس کا عجیب حال ہوا ہے جو نظر کے سامنے ہے۔

''تُم سمجھتے کیا ہو، تمھاری اوقات کیا ہے، میں تُم سب کو خرید لوُں گا، تُم سب کو.... ہاں کیا سمجھے؟'' اُس نے قاضی جی کے لڑکے کو دیکھا کہ سامنے سے گزر رہا ہے۔

''ابے او قاضی کے بچّے! دیکھ اِدھر میری طرف؛ بول تیری حویلی کی قیمت کیا ہے؟.... بول بول!''

شرابی نے قاضی جی کے لڑکے کو للکارا لیکن لڑکے نے اُس کی طرف رُخ نہیں کِیا اور اپنی راہ چلتا رہا۔

شرابی شخص دَوڑ کر اندر گیا اور واپس آیا تو اُس کے ہاتھ میں ایک غُلیل تھی۔ اُس

www.urduchannel.in

نے قاضی جی کے لڑکے پر غُلیل سے پتّھر پھینکا۔ قاضی جی کا لڑکا بِدک کر رُک گیا۔

سارے لوگوں کی توجّہ قاضی جی کے لڑکے اور شرابی کی طرف تھی لیکن ساگا کی نظر اُس پتّھر پر تھی جو شرابی نے غُلیل میں رکھ کر پھینکا تھا۔ اُس نے لوگوں کی نظر بچا کر وہ پتّھر اُٹھا لیا، اِس لیے کہ یہ اُسی قِسم کا 'کالا پتّھر' تھا، ساگا کو جِس کی تلاش تھی۔

ساگا نے چور نگاہ سے ہجوُم کی طرف دیکھا۔ اَچانک وہ چونک پڑا۔ بھیڑ میں اُسے دو جانی پہچانی شکلیں دِکھائی دیں۔ یہ دونوں اُن ڈاکوؤں میں سے تھے جِنھوں نے اُسے مار مار کر بے ہوش کر دِیا تھا۔

کالے پتّھروں کے ٹھِکانے کا پتہ تو چل گیا، اب اُس کی توجّہ اُن دو ڈاکوؤں پر تھی۔ اِتنے میں شرابی کی بیوی دَوڑی ہوئی چلی آئی اور بھیڑ میں گھُس گئی۔ وہ قاضی جی کے لڑکے سے معافی تلافی کی بات کرنے لگی، ساتھ ہی ساتھ وہ زمین پر نظر دَوڑاتی جا رہی تھی جیسے زمین میں اُسے کِسی چیز کی تلاش ہو۔

''قاضی بھیّا، معاف کر دینا! مَیں خود بھی اُن سے عاجِز ہوُں۔ آپ کے کہاں لگی، مَیں دوا مَل دیتی ہوُں، وہ پتّھر کہاں ہے؟'' آخِر وہ اپنے مطلب کی بات پر آ گئی۔ یہ وہی پَنہارن تھی جِس نے راستے سے کوئلے اُٹھا کر پانی کے مٹکے میں بھر لیے تھے۔ ساگا کو یاد آیا کہ 'کوئلوں کی تلاش میں ہم باپ بیٹے اِس لڑکی کے گھر بھی پہنچے تھے۔ اچھّا، تو یہ اب اُس شرابی کی بیوی ہے۔'

دونوں ڈاکو وہاں سے سَرکے اور شہر کے بازار میں حوض پر آئے جہاں اُن کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے اپنے اپنے گھوڑے کھولے اور اُن پر سوار ہو کر شمال کی طرف چل دِیے۔ ساگا پاؤں پَیدل ہی ڈاکوؤں کے پیچھے دَوڑ پڑا اور چھُپ چھُپا

کر اُن کا پیچھا کرنے لگا۔

جنگل کے بیچ پہنچ کر دونوں ڈاکو گھوڑے سے اُتر پڑے اور ایک چوڑے تنے والے پیڑ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ ساگا کاوا کاٹ کر گیا۔ دَبے پاؤں اُن دونوں کے پچھواڑے جا پہنچا اور اُن کی باتیں سُننے کے لئے گھنی جھاڑیوں میں چھُپ کر بیٹھ گیا۔

''سُن بَنوٹے، شرابی کا تماشا دیکھ کر تو نے کیا اندازہ لگایا؟ وہ شرابی جو پہلے کُچھ تھا، ابھی کُچھ ہے،.... اِس پر سے تو نے کیا سمجھا؟''

''ہاں میں تو اُسی وقت سمجھ گیا تھا ڈمی .... کہ وہ شرابی جوان نَو دَولتہ ہے، کہیں سے اچانک کُچھ مال اُس کے ہاتھ لگ گیا ہے اور وہ مال اُس کو ہضم نہیں ہو پا رہا ہے۔''

''برابر سمجھا تو'' نے۔ میں تو بولتا ہوں، اُس کے گھر کا مال پار کرنے کے لِیے ہم دونوں ہی بہت ہیں؛ تو' کیا بولتا ہے؟'' ڈمی نے بڑے جوش میں بَنوٹے سے پوُچھا۔

''ارے واہ اُستاد! مان گیا، کیا چال سُجھائی۔ ہم دونوں مِل کر بڑا ہاتھ کیوں نہ مار دیں۔ وہ میاں بیوی دو ہی تو ہیں، اُن سے نِپٹنا کون سی بڑی بات ہے۔''

''ہے نا آسان کام؟ تو پھر آج ہی کیوں نہ نپٹا لیں۔'' ڈمی نے پوُچھا۔

'' ٹھیک ہے؛ آج کی کمائی ہم دونوں بانٹ لیں گے۔ سردار سے آج کی غیر حاضری کا کُچھ بہانہ کر دیں گے۔'' بنوٹے نے کہا۔

'' مَیں تو کہوں گا، بہانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آج کی رات سردار قاضی جی کی حویلی پر دھاوا بولنے والا ہے اور یہ کام آدھی رات کے بعد ہی شروع ہونا ہے، تو ہم شروع رات میں شرابی کے یہاں کا کام نپٹا لیتے ہیں۔ آدھی رات کے سَمے ہم سردار کے ساتھ جانے کے واسطے آزاد!...اب تو' بول، کیا بولتا ہے۔'' ڈمی نے آنکھیں چمکا کر پوُچھا۔

www.urduchannel.in

اچانک بنوٹے نے مُنہ پر اُنگلی رکھی۔ خاموش رہنے اور کُچھ سُن گُن لینے کا اِشارہ کِیا۔ ساگا جو جھاڑیوں کے پیچھے چھُپا ہوا تھا، سوچنے لگا' کہیں میری سُن گُن تو نہیں لے رہے ہیں۔' اُس نے لڑنے کے لئے آستین چڑھالی اور جی کڑا کر کے وہیں جما رہا۔

شمال کی پہاڑیوں میں دوُر کہیں کِسی کی بھَیانک چیخ سُنائی دی اور اُس کے فوراً بعد شیر کے ڈکرانے کی آواز آئی۔

''سمجھا بنوٹے! کیا ہوا ہے ؟'' ڈمی نے سرگوشی کی۔

''ہاں سمجھا، ہمارے پچیس میں سے ایک کم ہو گیا۔ اپنے کالے کھورے میں شیر گھُس آیا تھا جو مارا گیا لیکن شیر نے ہمارا ایک آدمی مار ڈالا ہے۔'' بنوٹے نے کھورے کا حال سُنایا۔

''بالکل صحیح اندازہ لگایا تو'' نے۔'' ڈمی بولا۔

اِدھر ساگا نے اِطمینان کی سانس لی اور دِل میں بولا:

'بالکل صحیح اندازہ تو میں نے بھی لگا لیا رے ڈنگرو! یوُں کہ 'کالا کھورا' تمھارے ٹھِکانے کا نام ہے اور اب تم کُل چوبیس آدمی رہ گئے ہو.... بیٹا، اب تُم لوگوں کی خیر نہیں۔'

اندھیرا ہو چلا تھا۔ کھُسر پھُسر کرتے کرتے وہ دونوں اُٹھے اور واپس شہر کی طرف چلے۔ ساگا سمجھ گیا کہ وہ شرابی کا گھر لوٹنے کے لِیے جا رہے ہیں۔ اُس کے بعد ساگا وہیں ٹھہرا رہا کیوں کہ وہ لوگ واپس اُسی راستے پر آنے والے تھے۔ ساگا کو زیادہ اِنتظار نہیں کرنا پڑا۔ ابھی اُفق کی لالی بھی پوُری طرح کالی نہیں پڑی تھی کہ وہ لوگ واپس آتے دِکھائی دِیے۔ جنگل کے سنّاٹے میں اُن کی باتیں صاف سُنائی دے رہی تھیں۔

''میں حیران تھا کہ شرابی کی عورت کوئلہ اِتنے جتن سے رگن رگن کر کیوں رکھ رہی

ہے! تو یوں کہ وہ کوئلہ نہیں سونا تھا۔'' بنوٹے کی آواز سُنائی دی۔

'' ارے ابھی تو اُن پونگوں کو یہ سُدھ بھی نہیں ہے کہ اُن کا سونا جاتا رہا اور اب سُدھ ہو یا نہ ہو، ہمارے لیے برابر ہے۔' ڈمی نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

اُن کے گھوڑے آگے بڑھے۔ ساگا اُن کے پیچھے لگ گیا۔ ساگا نے دو بڑے بڑے پتّھر ہاتھ میں اُٹھا لیے۔ وہ سوچ رہا تھا 'بس اب اِن ڈنگروں کا کام تمام کیے دیتا ہوں۔' اِتنے میں اُس نے بنوٹے کی چیخ سُنی۔ بنوٹے گھوڑے سے گر پڑا تھا۔ ڈمی نے اُس کی پیٹھ میں خنجر گھونپ دیا تھا۔ ساگا نے دِل میں کہا، 'چلو یہ بھی اچھا ہی ہوا، دو سے ایک بھلا۔'

ڈمی بنوٹے کو کھینچتا ہوا راستے سے پَرے ایک طرف لے چلا جہاں ایک سوکھا کنواں تھا۔ پھر اُسے اُٹھا کر کنوئیں میں پھینک بھی دیا۔ بس یہی موقع تھا۔ ساگا نے ایک پتّھر تان کر ایسا مارا کہ ڈمی بغیر آواز نکالے وہیں ڈھیر ہو گیا۔ ساگا دَوڑ کر گیا اور ڈمی کو بھی اُٹھا کر اُسی کنوئیں میں ڈال دیا۔ وہ پھر راستے پر واپس آیا اور کوئلے کی پوٹلی پر قبضہ جما لیا۔

'چلو، یہ ایک کام تو پُورا ہو گیا' اِتنا کہہ کر ساگا ایک گھوڑے پر سوار ہو گیا اور شہر کی سمت گھوڑا بھگا دیا۔ دوسرا گھوڑا پیچھے پیچھے خود ہی بھاگتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ بستی میں پہنچنے سے پہلے ساگا نے کوئلے کی پوٹلی ایک جگہ چھُپا دی پھر شہر میں داخِل ہوا۔ سیدھا قاضی جی کی حَویلی پر جا کر اُترا اور دستک دی۔ قاضی جی تشریف لائے تو ساگا نے ڈاکوؤں کا حال احوال سُنایا۔

قاضی جی ساگا کو ساتھ لے کر فوراً شاہی محل پہنچے اور بادشاہ کو ڈاکوؤں کی خبر دی۔ تھوڑی دیر میں ساگا کی قیادت میں بادشاہ کے فَوجی سِپاہی شمال کے اُسی رُخ پر چلے جا رہے تھے جِدھر ڈاکوؤں کا مسکن تھا۔

ڈاکوؤں سے نِپٹنے کے لِیے ساگا نے معرکے کی منصوبہ بندی کی۔ چلتے چلتے

www.urduchannel.in

سِپاہیوں کو ایسی نئی نئی چالیں سُجھائیں کہ سِپہ سالار خود حیران رہ گیا۔ سِپہ سالار نے موقع پر پہنچ کر ڈاکوؤں کے کھورے کی گھیرا بندی کروائی اور ساگا کے بتائے ہوئے طریقے پر ہلّا بول دِیا۔ کُچھ زیادہ دیر بھی نہیں لگی اور معرکہ سَر کر لیا گیا۔

ڈاکو یا تو پکڑے گئے یا مارے گئے اور کمال کی بات تو یہ ہوئی کہ سِپاہیوں میں سے کوئی بھی نہیں مارا گیا، البتّہ کُچھ سِپاہی زخمی ہوئے۔ ساگا کے لڑائی کے پینترے دیکھنے جیسے تھے۔ سِپہ سالار نے ایسا بانکا سِپاہی کبھی دیکھا نہیں تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ساگا کو دیکھ رہا تھا۔ لڑائی سے فرصت ہوئی تو سِپہ سالار نے ٹھنڈی سانس لی اور قاضی جی سے کہنے لگا :

''ٹھیک ہوا کہ ساگا ڈاکوؤں کا سردار نہ ہوا؛ اگر ہوتا تو ہمیں ناکوں چنے چبوا دیتا۔ مَیں جہاں پناہ سے اِس کے لِیے سِفارِش کروں گا اور اِسے اِس کا حق دِلواؤں گا۔'' قاضی جی نے مُسکرا کر ساگا کی طرف دیکھا

زِندہ اور مُردہ ڈاکو' باندھ لِیے گئے اور گھوڑوں پر لاد دِیے گئے پھر وہ سب راتوں رات محل پہنچے۔ لیکن ساگا نے چُپکے سے اپنے گھوڑے کا رُخ موڑ دِیا اور اُس جگہ پہنچا جہاں کوئلے کی پوٹلی چھُپا رکھی تھی۔ پوٹلی لے کر سیدھے اپنے گاؤں کا راستہ پکڑا۔ کئی روز بعد جب وہ اپنے گھر پہنچا، اُسے دیکھنے کے لئے ایک ہجوم اُمڈ پڑا تھا۔

حکیم جی نے اُسے شاہی فرمان پڑھ کر سُنایا۔ بادشاہ سلامت کی جانب سے ساگا کو سِپہ سالار کا منصب عطا کِیا جانا تھا اِس کے لئے محل میں بُلایا گیا تھا۔ حکیم جی نے وہ اِنعام اور نذرانے بھی دِکھائے جو بادشاہ نے بھیجے تھے۔ بعد میں جب ساگا نے وہ کوئلے کی پوٹلی دِکھائی تو گھر کے لوگ اور بھی باغ باغ ہو گئے۔

****

رانی کی اُلجھن

رانی نواب صاحب کی لاڈلی بیٹی تھی۔ ویسے تو سبھی لوگ رانی کو چاہتے تھے لیکن رانی کو اِنسانوں سے زیادہ جانوروں سے لگاؤ تھا۔ جانوروں میں بھی اُسے جنگلی جانوروں سے بڑی دِل چسپی تھی۔ اُس کی حویلی سے لگ کر ایک ندی بہتی تھی۔ ندی کے اُس پار جنگل تھا جس میں بہت سے جانور رہتے تھے۔ رانی گھر والوں سے نظر بچا کر اکثر اُس جنگل میں چلی جاتی۔ وہ جنگلی جانوروں اور پرندوں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتی اور اُن کی آواز کی نقل کرتی۔

ایک دِن اُس نے ندی کے پُل پر سے کیا دیکھا کہ کُچھ جنگلی کُتّے ہیں جنھوں نے ایک چیل کو پکڑ رکھا ہے اور آپس میں چھینا جھپٹی مچا رکھی ہے۔ اس کھینچا تانی میں چیل اُن کے چنگل سے چھوٹ گئی۔ وہ اوپر اُڑی اور چاہتی تھی کہ ندی پار کر کے بستی کی طرف نکل جائے لیکن وہ اُڑتے اُڑتے پُل پر آ کر گری۔ رانی چیل کی طرف دَوڑ پڑی اور اُسے گود میں اُٹھا لیا۔ رانی نے چیل کے پَروں کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا۔ چیل بُری طرح زخمی ہو گئی تھی۔ رانی نے دیکھا کہ اُس کے پَر کُچھ نئی قِسم کے، رنگ برنگے اور پٹّے دار ہیں؛ 'جنگل کی چیل شاید ایسی ہوتی ہوگی؛ بڑی خوب صورت ہے، مَیں اِسے پال لوں گی۔'

پھر رانی نے اپنے خاندانی حکیم کے ذریعے چیل کے زخموں کا علاج کروایا۔ علاج میں کافی دِن نکل گئے۔ رانی اور چیل اِتنے دِنوں میں ایک دوسرے سے خوب ہِل مِل گئے۔ رانی نے چیل کا نام چبری رکھ دیا تھا۔ چبری اُڑ تو پاتی نہیں تھی؛ ہاں 'رانی جب اُسے چبری کہہ کر پُکارتی تو چیل پَروں سے چل کر رانی کے پاس چلی آتی

www.urduchannel.in

اور آ کر اُس کی گود میں بیٹھ جاتی۔ رانی چبری کو اپنی سہیلیوں سے بڑھ کر سمجھنے لگی تھی۔

کُچھ دنوں میں چبری پوری طرح ٹھیک ہو گئی۔ اب رانی چاہتی تھی کہ چبری اُڑنے بھی لگ جائے۔ وہ اُسے ہُش ہُش کر کے دَوڑاتی، جواب میں چبری اپنے پروں کو پھڑ پھڑا کر اُڑتی لیکن تھوڑی دور جا کر پھر زمین پر اُتر آتی۔

ایک دن کی بات ہے۔ رانی کے بڑے بھائی کی شادی کا موقع تھا۔ نواب صاحب کے باغیچے میں مہمانوں کا ہجوم تھا۔ بہت سے لوگ چیل اور رانی کا کھیل دیکھ رہے تھے۔ رانی چیل کو دَوڑا رہی تھی۔ چیل کبھی اُڑ کر دور چلی جاتی اور کبھی واپس آ کر رانی کے کندھے پر بیٹھ جاتی، پھر ایک مرتبہ جب رانی نے دَوڑ کر چبری کو ہُسکارا تو وہ اُڑ کر باغیچے کے ایک درخت پر جا بیٹھی۔ رانی کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا۔ وہ اُچھل اُچھل کر تالیاں بجانے لگی۔ رانی کے ساتھ مہمان بچّوں نے بھی خوشی سے تالیاں پیٹیں۔

چبری نے درخت پر سے آسمان کی طرف نظر دَوڑائی۔ دیکھا کہ کوّے اور بگلے اُس کے سر پر سے اُڑ کر چلے جا رہے ہیں۔ چبری نے اپنے پر پھیلائے؛ وہ بھی اُڑی اور کوؤں کے پیچھے پیچھے اُڑ کر چلی۔ اُڑتے اُڑتے وہ دور نکل گئی اور نظر سے اوجھل ہو گئی۔

رانی کو اُمّید تھی کہ چبری واپس پلٹ کر آئے گی لیکن وہ پھر واپس نہیں آئی۔ اِس بات کا رانی کے دِل کو بڑا جھٹکا لگا؛ وہ اُس رات سوئی نہیں اور روتی رہی۔ اُس دِن اُسے اپنی نئی بھابھی کے آنے کی اِتنی خوشی نہیں تھی جِتنا چبری کے چلے جانے کا غم تھا۔

جنگلی جانوروں پر سے رانی کا بھروسہ اُٹھ گیا۔ اب وہ اپنے باڑے کے جانوروں کے ساتھ کھیلتی یا اپنی سہیلیوں کے ساتھ۔ مگر جب بھی وہ آسمان میں اُڑتے ہوئے پرندوں کو دیکھتی، اُسے چبری کی یاد آ جاتی اور وہ کُچھ دیر کے لئے اُداس ہو جاتی۔

ایک مرتبہ وہ اپنی ایک سہیلی کے ساتھ جنگل میں پہنچی۔ صَندلی رنگ کا ایک خرگوش اُس کے آگے سے پھُدکتا ہوا بھاگا۔ دونوں سہیلیاں اُس خرگوش کے پیچھے دَوڑنے لگیں۔ ایسا خوش رنگ اور خوٗب صوٗرت خرگوش رانی کے باڑے میں نہ تھا۔ دونوں سہیلیاں خرگوش پکڑنے کی دھُن میں دَوڑتی رہیں لیکن اُنھیں اِس بات کی خبر نہیں تھی کہ ایک کالی ناگن اُن دونوں کے پیچھے دَوڑتی ہوئی چلی آ رہی ہے۔ دَوڑتے دَوڑتے رانی نے دیکھا کہ ایک پرندہ اُڑتا ہوا بجلی کی سی رفتار سے ان دونوں کی طرف اُتر رہا ہے۔ رانی نے غور کِیا کہ 'یہ تو اپنی چبری ہے جو شاید اُسی کے پاس آ رہی ہے'۔ رانی اُلجھن میں پڑ گئی کہ وہ ہنسے یا روئے۔

چبری رانی کے پیچھے کی طرف آ کر اُتری۔ قریب تھا کہ ناگن ان دونوں میں سے کسی کو ڈَس لیتی، چبری نے ایک جھپٹّا مارا اور اُس ناگن کو اپنے پنجوں میں اُٹھا لیا۔ اپنے پیچھے ناگن کو دیکھ کر دونوں لڑکیاں سکتے میں آ گئی تھیں۔ چبری ناگن کو اُٹھا کر اُڑتی ہوئی آگے چلی۔ وہ ناگن کو لے کر دوٗر ہوتی گئی، اُس کے ساتھ ہی چبری پر رانی کا غُصّہ کافور ہوتا گیا۔ جانوروں کے بارے میں اُس کی اُلجھن دوٗر ہوگئی؛ اب وہ ہر حال میں خوش رہنے لگی تھی۔

www.urduchannel.in

تیر کمان سے نِکل چُکا

ایک تھا بادشاہ۔ بڑا رعایا پرور اور عقل مند بادشاہ تھا جس نے زمانے کی اونچ نیچ دیکھ رکھی تھی لیکِن اب اُس کا وقت آن پہنچا تھا اور وہ زندگی کی آخری گھڑیاں گِن رہا تھا۔ بادشاہ نے سوچا کہ چلتے چلتے اپنے بیٹے کو عِلم و حکمت کی باتوں سے مالا مال کرتا چلوں۔ اِس کے لئے اُس نے شہزادے کو بہت کچھ نصیحت کی۔ اُن میں ایک نصیحت یہ بھی تھی کہ 'بیٹا! شادی شاہی خاندان میں کرنا، یہ چیز سلطنت کا کاروبار سنبھالنے میں مدد دے گی'۔

بادشاہ کی موت کے بعد شہزادہ تخت نشین ہُوا۔ اُس نے باپ کی باتوں کو بھُلا دِیا اور اپنی من مانی کرنے لگا۔ جنگل میں شِکار کھیلنے گیا تو اُسے ایک بنجارن لڑکی نظر آئی جو بے حد خوبصورت تھی۔ شہزادہ اُس کی خوب صوٗرتی پر فِدا ہو گیا۔ باپ کی نصیحت اُٹھا کر طاق پر رکھ دی اور بنجارن لڑکی سے شادی کر لی جسے سلطنت کی ملکہ ہونے کا شرَف حاصِل ہوا۔ اِس طرح وہ کل کی بنجارن آج کی ملکہ کہلائی۔

ابھی کچھ ہی دِن خیریت سے گزرے ہوں گے کہ ایک دِن ملکہ کے دِل میں نہ جانے کیا خیال آیا، اُس نے ایک نیا گُل کھِلایا۔ اُٹھی اور بادشاہ سے بلا عنوان کہنے لگی کہ پڑوس کے مُلک پر ہلّہ بول دینا چاہیے اور اُسے بھی ہتھیا لینا چاہیے۔

بادشاہ ملکہ پر بُری طرح ریجھا ہوا تھا اور عقل سے پیدل ہو چلا تھا، یہاں تک کہ درباریوں میں سے کچھ لوگ اُسے 'ملکہ کا بادشاہ' کہنے لگے تھے۔ اُس نے انجام کی پرواہ کیے بغیر ملکہ کی بات پر ہامی بھر لی گویا دِل ہی دِل میں جنگ کی تیاری کر لی البتّہ اُس نے رسمی طور پر

سپہ سالار سے مشورہ کیا۔ سپہ سالار نہایت تجربہ کار آدمی تھا۔ وہ سلطنت کی حفاظت کے گُر جانتا تھا اور بادشاہ کو ہمیشہ اچھّا مشورہ دِیا کرتا تھا۔ اُس نے بادشاہ کو جنگ کرنے سے منع کِیا اور کہنے لگا کہ 'ابھی ہماری فوج چھوٹی ہے اور فوج کی تربیت میں بہت کچھ کسر باقی ہے اور پھر منصوبہ بندی بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے۔ ابھی کسی طرح کا خطرہ مول لینا ٹھیک نہیں ہوگا۔ جہاں پناہ! آپ ملکہ صاحبہ کو سمجھائیے۔'

بادشاہ نے ملکہ سے دریافت کیا کہ پڑوس کے مُلک پر حملہ کرنے کا خیال اُسے کیوں کر آیا؟ سُن کر ملکہ جل اُٹھی اور کہنے لگی 'میں نے خواب دیکھا ہے۔' اُس کے آگے بادشاہ کچھ سوچنے بھی نہیں پایا تھا کہ ملکہ نے اس میں ایک اور کونپل نکال دی' ہاتھ نچا کر بولی:

''یہ سب جنگ سے جان چھُڑانے کے بہانے ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو سپہ سالار سے کہیے کہ وہ صرف ایک خنجر کی مدد سے شیر کو مار کر دکھائے، تب سمجھوں۔''

بادشاہ کی مت ماری گئی تھی۔ اس نے بغیر سوچے سمجھے سپہ سالار سے کہہ دیا کہ 'یا تو جنگ کی تیاری کیجیے یا پھر خنجر سے شیر مار کر دکھائیے۔' سپہ سالار کے ماتھے پر بَل آ گیا۔ اُس نے کچھ سوچا پھر جنگ لڑنے کو تیّار ہو گیا۔ چار و ناچار سپاہیوں کو لے کر روانہ ہوا اور پڑوس کے ملک پر چڑھائی کر دی۔

ایک ہی دِن کی جنگ میں بادشاہ کے ہوش ٹھکانے آ گئے۔ سپہ سالار کا اندیشہ صحیح ثابت ہوا اور فوج پسپا ہونے لگی۔ اب میدانِ کارزار میں ملکہ تو حاضِر تھی نہیں کہ بادشاہ اُس سے مشورہ کرتا' اُس نے سپہ سالار کو جنگ روک دینے کی سُجھائی۔

سپہ سالار بولا: 'اب ایسا نہیں ہوسکتا، تیر کمان سے نکل چکا ہے۔'

آخر کار فوج شکست کھا کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ بادشاہ اور سپہ سالار گرفتار کر لئے

www.urduchannel.in

گئے۔ جنگ کے میدان میں دونوں ملکوں کے بادشاہ آمنے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ بادشاہ نے جان لیا تھا کہ اب ہم کوئی دَم کے مہمان ہیں۔ اُس نے سپہ سالار کے کان میں کہا ''یہاں سے بچ نکلنے کا کوئی منتر سوچو۔'' اس پر سپہ سالار نے جواب دِیا:

''حضور، مَیں تو جان ہتھیلی پر لے کر نکلا ہی تھا اور جو کچھ ہوا، یہ تو ہونا ہی تھا۔ مَیں نے حملہ کرنے سے پہلے آپ کو سمجھایا تھا مگر آپ نہیں مانے۔ اب جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ ویسے بھی جان پر کھیلنا سپاہی کا کام ہی ہے۔''

سِپہ سالار کی بات جاسوسوں کے ذریعے دُشمن بادشاہ تک پہنچ گئی۔ اس نے ہمدردی کی نگاہ سے سپہ سالار کو دیکھا اور اس کی جاں بخشی کا فیصلہ صادر کر دیا۔

''لیکن میں بادشاہ سلامت کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔'' سپہ سالار سوچ رہا تھا کہ کسی طرح بادشاہ کی جان بھی چھُڑائے کہ اچانک کہیں سے ایک تیر سنسناتا ہوا آیا اور بادشاہ کی گردن میں پیوست ہو گیا۔ دُشمن بادشاہ کے کچھ سپاہی اُدھر دوڑ پڑے جدھر سے تیر آیا تھا۔ اس سمت میں بادشاہ کا ایک وفادار سردار گھوڑے پر بھاگتا ہوا دِکھائی دیا۔

سپہ سالار اُسے دیکھ کر سوچ میں پڑ گیا کہ اُس نے کس پر تیر چلایا ہوگا۔ پھر اپنے طور پر اندازہ لگایا کہ 'شاید اُس سردار نے دُشمن بادشاہ پر تیر چلایا ہوگا لیکن نشانہ خطا ہو گیا جس کے نتیجے میں اپنے بادشاہ کا کام تمام ہو گیا'.... ناکام تیرانداز بڑی جلدی جنگل کی جھاڑیوں میں غائب ہو گیا۔ دُشمن بادشاہ نے اپنی بات دہرائی۔

''اب تم آزاد ہو، چاہو تو جا سکتے ہو۔'' سپہ سالار نے موقع غنیمت جانا اور اس سے پہلے کہ بادشاہ عقل کے ناخن لے، وہاں سے نکل لیا۔ اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور زبردست رفتار کے ساتھ روانہ ہوا۔ اُس وقت شام ہو چلی تھی۔ اسے اندازہ تھا کہ اُس کی

بھاگی ہوئی فوج کس وادی سے ہوکر گزرنے والی ہے۔

اندھیرا ہوتے ہوتے اس نے اپنی فوج کو جالیا۔ جاتے ہی اس نے آواز دے کر اپنے سپاہیوں کو اِکٹھّا کیا پھر بڑی تمکنت کے ساتھ اُن سے خطاب کیا:

''دیکھو، غور سے میری بات سنو اور سمجھو! ابھی وہ لوگ واپس گئے نہیں ہیں ،انھوں نے جنگل میں ڈیرا ڈال رکھا ہے۔ کل صبح دُشمن فوج ہمارے مُلک کی طرف کوُچ کرے گی' قلعے پر چھاپہ مارے گی اور ہمارے مُلک پر قبضہ کرلے گی لیکن ہم اُنھیں اِتنی آسانی سے اپنی سلطنت ہتھیانے نہیں دیں گے۔ میں یہ مانتا ہوں کہ اس مصیبت کو ہم نے خود بُلایا ہے لیکن میں تمھیں ایک ایسا راستہ بتلاتا ہوں کہ ہم تھوڑے ہوتے ہوئے بھی اُن کو شکست دے سکتے ہیں اور ہمارا ایک آدمی بھی نہیں مارا جائے گا۔''

''وہ کیسے؟'' کئی لوگوں نے ایک آواز ہوکر پوچھا جیسے وہ سپہ سالار کی انوکھی بات پر چونک پڑے ہوں۔ سپہ سالار نے جواب میں کہا:

''دیکھو، وہ لوگ ہمارے ملک کی طرف جاتے وقت چندن درّے سے ہوکر ضرور گُزریں گے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم چندن درّے کے دونوں طرف کی پہاڑیوں پر ڈیرا جما لیں اور جھاڑیوں میں چھُپ کر بیٹھ رہیں۔ کل کے روز انھیں درّے کے بیچ کے حصّے میں پہنچ جانے دیں جہاں پہاڑیوں پر چڑھنا دشوار ہے۔ ہم اونچائی پر ہوں گے اور وہ نیچے۔ ہم اُن کے آگے اور پیچھے سے تیروں اور پتّھروں کی بوچھار کردیں گے۔ وہ ہم تک نہیں پہنچ پائیں گے اور نہ ہی ہمیں مار پائیں گے۔ پھر ہم اُنھیں نہ آگے بڑھنے دیں، نہ پیچھے بھاگنے دیں اور نہ پہاڑی پر چڑھنے دیں۔ اس طرح چندن درّہ ان کے لئے چوُہے دان ثابت ہوگا۔ ہاری ہوئی بازی جیتنے کا یہ موقع اگر ہم نے کھودیا تو پھر ہمیں رونے کو مزدوُر نہیں ملیں گے؛

www.urduchannel.in

اگر تم میری بات مان لو تو میں تمھیں دُگنی تنخواہ پر رکھوں گا۔ کل کا معرکہ سر کرنے پر جو انعام دوں گا وہ الگ....وقت کم ہے اور کام زیادہ ہے۔ بولو کیا بولتے ہو؟''

سپہ سالار کی تقریر نے سپاہیوں کی رَگوں میں نیا خون دوڑا دیا۔ وہ لوگ سپہ سالار کی چالاکی پر عش عش کر اُٹھے اور جان کی بازی لگانے کے لیے پھر سے کمر کس لی۔

پھر انھوں نے رات ہی رات وہاں سے کوچ کیا اور چندن درّے کے علاقے میں جا پہنچے۔ انھوں نے درّے کے دونوں جانب کی پہاڑیوں پر دوُر تک قبضہ جمالیا اور جگہ جگہ پتھروں کے ڈھیر لگادیے تاکہ کل کے معرکے میں کام آئیں۔

نیا دِن نکلا۔ سپہ سالار کی پیشین گوئی صحیح نکلی۔ دُشمن فوج غُبار اُڑاتی ہوئی نمودار ہوئی۔ فتح کے نشے میں چوُر بادشاہ اندھا دُھند چلا آرہا تھا۔ یہ سوچے بغیر کہ موت اُن کے سروں پر منڈلا رہی ہے، دُشمن سپاہی چندن درّے کے درمیانی حصّے میں آ پھنسے اور پھر سپہ سالار کے ایک اشارے پر یک بیک ان پر تیروں اور پتھروں کی یلغار ہوگئی۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ 'ہم پھنس گئے ہیں اور نکل بھاگنے کی کوئی بھی سبیل نہیں ہے۔'

ذرا سی دیر میں دُشمن فوج نے ہتھیار ڈال دیے۔ سپہ سالار اپنے سپاہیوں کو لے کر نیچے اُترا۔ پہلے تو اُس نے ہتھیار پر قبضہ کیا پھر دُشمن بادشاہ اور اس کے سپاہیوں کو گھیرے میں لے لیا۔ اُس کے بعد سپہ سالار نے بادشاہ کو مخاطب کر کے بڑی نرمی سے کہا:

''کل کے احسان کے بدلے میں ہم آپ کو اور آپ کے سپاہیوں کو آزاد کردیں گے، کوئی خراج بھی نہیں لیں گے لیکن ایک شرط پر کہ ہم 'جیو اور جینے دو' کا اُصول اپنائیں۔ نہ ہم آپ کا راستہ کاٹیں گے نہ آپ ہمارے راستے میں آئیں۔ آج کے بعد ہم ایک دوسرے کے ساتھ دوستی نبھائیں۔ آپ کی سلطنت آپ کو مبارک۔''

اِس بات پر بادشاہ خوشی سے جھوم اُٹھا اور اُس نے دوڑ کر سپہ سالار کو گلے سے لگا لیا۔ تھوڑی دیر آپس میں میل جول کی کچھ باتیں ہوئیں پھر بادشاہ اپنے ملک کی طرف واپس پلٹ گیا اور سپہ سالار اپنے محل کی طرف روانہ ہوا۔

اُدھر محل میں وہ سردار بادشاہ بننے کا خواب دیکھ رہا تھا جس کے تیر سے بادشاہ چل بسا تھا۔ سپہ سالار سپاہیوں کو لے کر قلعے کے میدان میں پہنچا۔ وہ ایک چبوترے پر جا کھڑا ہُوا اور محل کے مکینوں کو میدان میں اِکٹھا ہونے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر میں ملکہ بھی میدان میں حاضر ہوئی۔ ناکارہ سردار نے چھُپ کر سپہ سالار پر تیر چلا دیا جس کے لیے سپہ سالار پہلے ہی سے ہوشیار تھا۔ اُسے اِس طرح کے خطرے کا اندازہ تھا۔ اُس نے تیر کے سامنے سے سر نہیں ہٹایا بلکہ منہ پر آتے ہوئے تیر کو ہاتھوں کی مدد سے روک لیا۔ باغی سردار گرفتار کر لیا گیا اور سپہ سالار کے سامنے پیش ہوا۔ اس سے پہلے کہ سپہ سالار اُس کی گردن اُڑا دے، اُس نے وہ راز اگل دیا کہ اِس حملے کے لیے اُسے ملکہ صاحبہ نے ورغلایا تھا۔

سپہ سالار نے بڑی زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ ملکہ کی طرف دیکھا اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ شیر کا پنجرہ میدان میں لایا جائے۔ شیر کا پنجرہ آیا تو ملکہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور دَما دَم معافی مانگنے لگی.... لیکن ملکہ کو شیر کے حوالے کرنے کی بجائے سپہ سالار خود کُود کر پنجرے کی چھت پر جا چڑھا اور وہاں سے خنجر لہرا کر بولا:

''میں سوچتا ہوں کہ ملکہ صاحبہ کی یہ حسرت بھی نکل جائے تو اچھّا۔''

اِتنا کہہ کر اُس نے شیر کے پنجرے کا پھاٹک کھول دِیا۔ شیر جھٹ پنجرے سے نیچے کُودا اور میدان میں اُتر آیا۔ شیر کو آزاد دیکھ کر میدان میں بھگدڑ سی مچ گئی لیکن اِس سے پہلے کہ شیر کسی کو کوئی نقصان پہنچائے، سپہ سالار نے پنجرے کی چھت پر سے ایک اُڑان بھری

www.urduchannel.in

اور سیدھا شیر کی پیٹھ پر آ رہا۔ اُس نے بڑی پھرتی سے شیر کے پیٹ پر اپنے پیروں کی قینچی بنا لی۔ ساتھ ہی شیر کے نتھنوں میں اپنے ہاتھ کی اُنگلیاں گھسیڑ دیں۔ اُس کے ایک ہاتھ میں خنجر تھا اور دوسرا ہاتھ شیر کے نتھنوں میں۔

شیر نے میدان کے فرش پر لوٹ لگائی تا کہ سپہ سالار کو اپنی پیٹھ سے الگ کر سکے اور اُسے چیر پھاڑ کر رکھ دے لیکن سپہ سالار بھی اپنی قِسم کا ایک ہی گھاگ تھا۔ جونک کی طرح چِمٹا رہا، نہ شیر کی پیٹھ چھوڑی اور نہ نتھنے۔ اُس کا خنجر بجلی کی طرح چمکنے لگا۔ اس نے شیر کی ٹانگوں کے جوڑ اُس کے دھڑ سے الگ کر دیے پھر گردن پر پَے در پَے وار کرتا چلا گیا حتّٰی کہ شیر اور سپہ سالار دونوں خون میں نہا گئے۔ شیر کے ڈکرانے کی آواز سے میدان تھرّا اُٹھا۔

دیکھنے والوں پر ہیبت طاری تھی۔ ملکہ کے کاٹو تو خون نہیں؛ آنکھیں پھٹی پھٹی، چہرہ دُھواں دُھواں، ایک رنگ آتا تھا ایک جاتا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے شیر بے دَم ہو کر گر پڑا۔ سپہ سالار نے شیر کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اُٹھا لیا اور خوَن میں لت پت اپنے چبوترے کی طرف بڑھا۔ شیر کو چبوترے پر رکھ کر خود بھی چبوترے پر چڑھ گیا اور پھر وہ ملکہ کی طرف مُڑا:

''اب معافی کس لئے! تیر کمان سے نکل چکا ہے۔'' اتنا کہہ کر وہ تیر اس نے اُٹھا لیا جو باغی سردار نے چلایا تھا اور اُٹھا کر سبھوں کو دکھایا پھر ملکہ کی طرف پیٹھ کر لی، مجمع کی طرف رُخ کر لیا اور چیخ چیخ کر بولنے لگا تا کہ سب سُن لیں۔

''کھیل والے نے کھیل دکھایا پر مزہ نہیں آیا۔ یہ تیر تو نکل آیا کمان سے مگر محروم رہ گیا اپنے ارمان سے۔ یہ تیر اندازی نہیں دغا بازی ہے کہ تیر کمان سے تو نکل جائے اور کسی کی جان سے نا کھیل پائے۔ مَیں تو کہوں گا.... یہ تیر کی غدّاری ہے اور غدّاری کی سزا؟.... یہ ہے۔''

'یہ ہے' کہنے کے ساتھ ہی سپہ سالار تیزی سے پلٹا اور پلٹتے ہی اتنی پھرتی سے تیر پھینکا کہ لوگوں نے دیکھا جیسے تیر چمک کر کہیں کھو گیا ہے، پھر دیکھا کہ وہ تو ملکہ کے حلقوم میں ترازو ہو گیا ہے۔

سپہ سالار نے باغی سردار کو کالے پانی کی سزا دی۔ سپاہیوں کو انعام و اکرام سے نوازا۔ جنگ میں کام آئے ہوئے سپاہیوں کے واسطے وظیفہ مقرّر کر دیا اور بڑی خوش اسلوبی سے سلطنت کا کاروبار سنبھال لیا۔

www.urduchannel.in

بندر کی کرامت

بندر اور بھالو میں دوستی تھی اور دونوں کے بیچ گاڑھی چھنتی تھی لیکن دونوں کے مزاج میں تھوڑا فرق تھا۔ بندر قلندر مزاج تھا، اپنی دُھن میں مست رہتا تھا اور بھالو کو جنگل کی سرداری کی پڑی رہتی تھی۔ سرداری حاصل کرنے کی فِکر میں وہ دِن بدن موٹا ہوتا جا رہا تھا۔

اسی جنگل میں ہاتھی بھی تھا جو جنگل کے جانوروں کو ستانے کا کام کرتا تھا۔ نیا دِن نکلا کہ سب سے پہلے وہ تالاب کا پانی گندا کر کے آ جاتا۔ اس کے علاوہ درختوں کی شاخیں توڑ توڑ کر راستوں پر بکھیر دیتا۔ چھوٹے درختوں اور جھاڑیوں کو جڑ سے اُکھاڑ کر پھینک دیتا۔ پرندوں کے گھونسلوں اور شہد کے چھتّوں پر بلاوجہ پانی کی بَوچھار کر دیتا اور اسی طرح کی شرارتیں کر کے جانوروں کی ناک میں دَم کیے رہتا تھا۔

گینڈا اُس کا سکریٹری تھا جو اُسے جانوروں کو سَتانے کے نئے نئے ہتھکنڈے بتاتا تھا۔ وہ خود بھی جانوروں کو بہت پریشان کرتا تھا۔ جہاں کہیں اُس نے جانوروں کا ریوڑ دیکھا کہ جانور اطمینان سے چَر پھِر رہے ہیں بس اُس نے سر نیچے کیا، سینگ آگے کی اور پوری رفتار سے اُس ریوڑ کی طرف دوڑ لگا دی۔ اُسے دَوڑ کر اپنی طرف آتا دیکھتے تو جانوروں میں افراتفری مچ جاتی۔ جس کے جدھر سینگ سماتے اُدھر بھاگ جاتا، اِس کو بڑا مزہ آتا۔

سارے جانور ہاتھی اور گینڈے سے عاجز آ گئے تھے۔ اُنھوں نے جب دیکھا کہ اِن دونوں کی وجہ سے جنگل میں سکون نہیں ہے، تو انھوں نے جانوروں کی میٹنگ بلائی۔ آپس میں صلاح مشورہ کیا اور اعلان کر دیا کہ جو کوئی اِن دونوں بلاؤں سے نجات دِلا

دے گا، اُسے جنگل کا سردار بنالیا جائے گا۔

اِس اعلان پر بھالوٗ کی باچھیں کِھل اُٹھیں، سردار بن جانے کی دُھن سوار ہوگئی۔ اِس کے لئے وہ بندر سے صلاح لینے گیا۔ بندر جو اُس کی اِس بے ہوٗدہ خواہش پر پہلے ہی بیزار تھا، کہنے لگا :

'' ابے او کچالو! مَیں نے تجھے سرداری کے چکّر میں پڑنے سے منع کیا تھا' کیوں رے گبرو! سرداری مِل جائے گی تو کیا تختِ طاؤس مِل جائے گا؟ گدھے کہیں کے۔''

'' جا مَیں تجھ سے بات نہیں کرتا، مَیں اکیلے ہی نپٹ لوں گا۔'' بھالوٗ نے کِھسیا کر کہا اور وہاں سے جانے لگا۔

'' ہاں ہاں جا۔ جب سرداری مِل جائے گی تو مُجھے خبر کرنا؛ مَیں تیرا پھول ہار کرنے آؤں گا۔''

'' کچھ ضرورت نہیں۔'' بھالوٗ بندر سے رُوٹھ کر چلا گیا اور جانوروں کے بیچ پہنچا۔ اُس نے 'ہاتھی گینڈا مخالف مہم' کی کمانڈ سنبھال لی۔ سرداری کا ٹھیکہ تو لے لیا لیکن سرداری کرتے نہیں بن پڑی۔ بہت جتن کیے مگر ہاتھی گینڈے سے پیچھا نہیں چھڑا پایا۔ جانوروں کو کئی جنگلوں کی سَیر کرالا یا لیکن بھالوٗ کی قیادت میں جانور جہاں جہاں بھی جاتے، ہاتھی اور گینڈا وہاں وہاں آموجود ہوتے۔ جانور بھالوٗ کے پیچھے چلتے چلتے حیران ہوگئے تھے۔ آخر ایک دِن انھوں نے بھالوٗ کو آڑے ہاتھوں لیا۔

'' سردار! تمھارے کہنے پر ہم دَر دَر کی ٹھوکریں کھاتے پھِر رہے ہیں۔ تمھارے بھروسے ہم نے اُس خطرے والے پُل کو بھی پار کیا، دریا پار کے جنگل میں بھی چلے گئے لیکن ہاتھی گینڈا وہاں بھی آ پہنچے تھے۔ ہم نے تمھیں کاہے کے لئے سردار بنایا ہے، تُم میں کون

www.urduchannel.in

سے سُرخاب کے پَر لگے ہوئے تھے جو ہم نے تمھیں سردار بنالیا! ہم آج بھی ہاتھی گینڈے کی شرارتوں کو بھُگت رہے ہیں؛ آخر تم کون سے مرض کی دوا ہو....؟''

جانوروں نے طرح طرح کے سوال کرکر کے بھالوٗ کو پریشان کر ڈالا۔ بھالوٗ ہونّق کے جیسا ایک ایک کا منہ تکتا جاتا تھا، اُس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

آخر بندر سے رہا نہ گیا۔ شروع سے آخر تک بھالوٗ کی کارگزاری کی ساری رپورٹ اُس تک پہنچ چُکی تھی، وہیں اوٗپر درخت پر بیٹھا تھا، اُس نے بھالو کو ڈانٹا :

''ابے او گھامڑ! تیرے ساتھ میری بھی بدنامی ہو رہی ہے، کیسا ستیاناس کر کے رکھ دیا ہے تو' نے۔ تو' بھالوٗ ہے کہ رتالوٗ ہے، کیا تجھے اِتنا بھی نہیں سمجھتا کہ گینڈا اور ہاتھی پانی میں تیَرتے ہیں اور دریا پار کرنا اُن کے لئے کچھ بھی مشکِل کام نہیں ہے۔''

ایک مرتبہ پھر بھالوٗ پر چاند ماری شروٗع ہوئی۔ جتنے منہ اُتنی باتیں؛ بھالوٗ بغلیں جھانکنے لگا، چوٹّا منہ بنالیا، اِتنی خرابی کے بعد اُس کی سمجھ میں آیا کہ سرداری کوئی ہنسی کھیل نہیں ہے۔ کنکھیوں سے بندر کی طرف دیکھا۔ بندر تیکھی نظروں کے ساتھ بولا:

''مَیں نے تجھے سرداری کے پھیر میں پڑنے سے پہلے ہی روکا تھا۔ اب جا جیسا کِیا ویسا بھُگت۔''

آخر میں جانوروں نے آپس میں ایک مرتبہ پھر کانا پھوسی کی، کچھ سوچا کچھ سمجھا اور بندر کی طرف پلٹے:

''بندر میاں! اب تم ہی کوئی ترکیب نکالو یار.... اگر تم اُن دونوں سر پھروں سے پیچھا چھُڑانے میں ہماری مدد کرو تو ہم جنگل کا سردار تمھیں بنالیں گے۔''

''نا بابا نا، مجھے سرداری وَرداری نہیں کرنا....' بندر نے کان پکڑ کر بولنا شروٗع کِیا،

بندر ابھی کچھ اور بولتا لیکن بندر کی بات کاٹ کر کوئی اور بولنے لگا؛

''بھیّا، روز روز کی اِس مُصیبت سے چھٹکارا دِلانے میں ہماری مدد تو کرو گے؟''

''ہاں یہ ہوسکتا ہے'' بندر بولا۔ ''ٹھیک ہے، میں تمھارا ساتھ دوں گا، اس کے بعد اگر تم چاہو تو اُسی جھامر٘و کو اپنا سردار بنا لینا۔''

اِس پر جانوروں میں سے کسی کی 'نابابانا' کی آواز سنائی دی۔

بھالو بندر سے شرمندہ تھا اور اُس کا سامنا کرنے سے کترا رہا تھا اِس لئے بندر اکیلے ہی پِتّہ ماری کر رہا تھا کہ ہاتھی اور گینڈے کو کس طرح سبق سکھایا جائے۔ دوسرے دِن بندر سویرے سویرے اُٹھا اور ایک طرف روانہ ہوگیا.... جدھر جنگل ختم ہونے پر کسانوں کے کھیت لگ جاتے تھے، جہاں چرواہوں اور بنجاروں کی بستیاں تھیں اور اُن کے مویشیوں کے باڑے تھے۔

دوپہر ہوتے ہوتے بندر وہاں سے لَوٹا تو وہ کوئی چیز رسّی سے گھسیٹتا ہوا لا رہا تھا۔ یہ بھینس کا نقلی بچّہ تھا۔ نقلی بچّہ جو چمڑے میں گھاس پھونس بھر کر بناتے ہیں۔ بھینس اُس نقلی بچّے کو زندہ بچّہ سمجھتی ہے۔ اسے لے کر بندر اُس تالاب پر پہنچا جہاں جانور پانی پینے آیا کرتے تھے۔ تالاب سے لگ کر ایک سوکھا پیڑ تھا جو جڑ کے پاس سے کھوکھلا ہوگیا تھا۔ اُس کی جڑ کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ پیڑ اب گِرا اور تب گِرا۔

بندر نے بھینس کے نقلی بچّے کو اُس پیڑ کے آگے کھڑا کر دیا اور خود ایک گھنے درخت پر چھُپ کر بیٹھ گیا۔ اتّفاق کی بات ایسی کہ کسی دوسرے جانور کے آنے سے پہلے گینڈا ہی اُس طرف آتا دکھائی دیا، جو ابھی بہت دوٗر تھا۔ بندر کو لگا کہ گینڈے نے بھینس کے بچے کو دیکھ لیا ہے۔ تبھی اُس نے سر جھکا کر سینگ اِدھر کو کر لیا ہے۔

www.urduchannel.in

گینڈا عادت سے مجبور تھا۔ اچانک خوب زور کی دَوڑ لگائی کہ بھینس کا بچّہ کہیں بھاگ نہ جائے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے گینڈا اُس پر آ رہا۔ بچّہ اُس کے سینگ میں اٹک کر سوکھے پیڑ سے بُری طرح ٹکرایا۔ کھٹاک کی آواز آئی۔ درخت ٹوٗٹ کر تالاب میں گِر پڑا؛

اُس کے ساتھ ہی گینڈا بھی تالاب میں اوندھے منہ گرا۔ درخت سے سینگ ٹکرا جانے سے گینڈا غش کھا کر بے ہوش ہوگیا تھا۔ وہ تالاب میں ایسا ڈوٗبا کہ پھر اوٗپر نہیں آ پایا۔ بندر چُپ چاپ وہاں سے کِھسک گیا کہ آج کے لئے اتنا کافی ہے۔

دوسرا دِن نِکلا تو اُسے ہاتھی کی فِکر پڑ گئی۔ ہاتھی جو صبح سویرے منہ اندھیرے تالاب کا پانی گندہ کر کے آ چکا تھا اور اب چلتے چلتے سوچ رہا تھا کہ اُس کا سکریٹری کہاں غائب ہوگیا ہے۔ اسے کوئی شرارت نہیں سوجھ رہی تھی اور سکریٹری کے بغیر شرارت کرنے میں مزہ بھی نہیں تھا۔ وہ یوں ہی جنگل میں اِدھر اُدھر بھٹک رہا تھا۔ بندر چھُپ چھُپ کر اُس کا پیچھا کر رہا تھا۔

ایکا ایکی موسم بدل گیا۔ آسمان پر بادل چھا گئے۔ جنگل میں اندھیرا سا ہوگیا۔ بوٗندا باندی شروع ہوگئی۔ ہاتھی تو اپنی دھُن میں مست تھا لیکن بندر پریشان ہوگیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ابھی ہاتھی کا فراق چھوڑ دیا جائے اور جلدی کوئی ٹھکانا تلاش کیا جائے۔ موسم کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔

اچانک دھڑ دھڑا کر پانی برسنے لگا۔ بندر بدحواس ہوگیا۔ اُسے ایک درخت کے تنے میں کھوہ نظر آئی۔ بندر نے کھوہ کی جانب چھلانگ لگا دی تا کہ کھوہ میں گھُس جائے اور پانی میں بھیگنے سے بچ جائے، لیکن یہ کیا ہوا....؟ اُس کی چھلانگ نے تو نیا گُل کِھلا دِیا۔ درخت کی کھوہ میں جانے کی بجائے اُس نے اپنے آپ کو ہاتھی کی سوٗنڈ میں جکڑا ہوا

پایا۔ہاتھی نے بڑی تیزی سے دَوڑ کر اُسے اپنی سوٗنڈ میں جھیل لیا تھا۔

بندر نے محسوٗس کیا کہ وہ مَوت کے مُنہ میں آ پھنسا ہے۔اُسے اب زِندگی کا بھروسہ نہیں رہ گیا تھا....'ہاتھی اُسے پٹخ دے گا اور وہ مر جائے گا۔' ہاتھی نے اپنی سوٗنڈ اوٗپر اُٹھائی۔خوف کے مارے بندر کی چیخ نکل گئی لیکن ہاتھی نے سوٗنڈ اوٗپر اُٹھا کر اُسے سامنے والے درخت پر چھوڑ دِیا۔

بندر ہکّا بکّا رہ گیا؛ اُسے اپنی زِندگی پر یقین نہیں آ رہا تھا۔بندر پر کپکپی طاری تھی لیکن سردی کی وجہ سے نہیں، بلکہ اِس خیال سے کہ ابھی ابھی وہ ہاتھی کے چُنگل میں تھا۔

بارِش نے زور پکڑ لیا تھا جیسے بادل پھٹ پڑا ہو۔ذرا سی دیر میں چاروں طرف جل تھل ہو گیا۔

بندر نے دیکھا کہ ہاتھی ایک گڑھے میں جما ہوا پانی اپنی سوٗنڈ میں بھر رہا ہے، پھر اُس نے سوٗنڈ اُٹھائی اور درخت کی کھوہ میں پانی کی اِتنی زوردار پھُوار ماری کہ کھوہ میں سے ایک کالا ناگ اُڑ کر باہر آ پڑا اور زمین پر گرتے ہی بڑی تیزی سے ایک طرف بھاگ نکلا۔

بندر کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔بندر نے اب سمجھا کہ اصل ماجرا کیا تھا....

'تو گویا درخت کی کھوہ میں سانپ تھا، ہاتھی نے درخت کی اُس کھوہ میں سانپ کو گھُستے ہوئے دیکھ لیا ہوگا۔جب مَیں نے اُسی کھوہ کی طرف چھلانگ لگائی تو ہاتھی دَوڑ پڑا۔ اُس نے مجھے اپنی سوٗنڈ پر روک لیا اور سانپ کی کھوہ میں جانے سے بچا لیا۔'

بندر نے محسوٗس کیا کہ ہاتھی کی وجہ سے اُسے نئی زندگی مِلی ہے۔اب نہ تو وہ کانپ رہا تھا اور نہ ہی اُسے ہاتھی سے ڈر لگ رہا تھا۔وہ درخت سے اُترا اور ہاتھی کے پاس آیا۔

www.urduchannel.in

''ہاتھی بھائی! تُم نے میری جان بچائی؛ یہ تمھاری بہت بڑی مہربانی ہے،تم مُجھے معاف کر دو۔'' بندر نے اِتنا کہا اور ہاتھی کی سوٗنڈ پر اپنا مُنہ اور گال مَلنے لگا۔ہاتھی کو کُچھ سمجھا اور کُچھ نہیں سمجھا لیکن اُس کے دِل میں بندر کی محبّت جاگ اُٹھی، ہاتھی نے بندر کو اُٹھا کر اپنی پیٹھ پر بٹھا لیا اور بولنے لگا:

''ارے مِیاں بندر! مَیں دوستوں کا دوست ہوٗں یار؛ چلو، آج سے تم میرے دوست ہو۔''

اُس کے بعد بندر اکثر ایسا کرتا کہ ہاتھی کی پیٹھ پر آ کر بَیٹھ جاتا اور جنگل کی سَیر کِیا کرتا۔ایک دِن بندر ہاتھی سے کہنے لگا:

''ہاتھی بھائی! تم بہت اچھّے دوست ہو؛ میرے سارے ساتھی تم سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔''

''ارے واہ! پھر تو مزہ آ جائے گا؛ ہم آپس میں بہت سارے دوست ہو جائیں گے۔'' ہاتھی نے جواب میں کہا،''کہاں ہیں تمھارے ساتھی' اُن سب کو بُلا کر لے آوٗ۔'

''جنگل کے جتنے جانور ہیں، وہ سبھی میرے دوست ہیں۔''

بندر کی یہ بات سُن کر ہاتھی سمجھ گیا کہ اُسے تمام جانوروں کے ساتھ اچھّا بَرتاوٗ کرنا چاہیے۔اُس کے بعد جانوروں نے دیکھا کہ ہاتھی بالکل بدل گیا ہے۔

غرض کہ بندر کی حِکمت سے جنگل کی کایا پلٹ ہو گئی۔بے چَینی کا دَور ختم ہوا۔جنگل میں پھر سے زِندگی کی بہار آ گئی۔

لیکن گینڈے کا راز جنگل میں کسی کو نہیں معلوٗم ہو پایا، صِرف بندر جانتا تھا۔

سات طلسمات کی کھانی

پُرانے زمانے کی بات ہے۔خرابوٹ نام کا ایک ایسا جزیرہ تھا جس پر عجیب ذات کے دیوؤں کا بسیرا تھا۔اُن کے یہاں ہمیشہ جُڑواں اَولاد ہوتی تھی اور جب اَولاد ہوتی تھی تو دیو اور دیونی دونوں مرجاتے تھے۔دیو اور دیونی کا ایسا ہی ایک جوڑا وہاں رہتا تھا۔

اُنھوں نے ایسا طَے کر رکھا تھا کہ اُن کے یہاں جب جُڑواں بچّے ہوں گے تو وہ اُنھیں دُنیا کے سب سے بڑے جادوگر دیو کے پاس بھیج دیں گے جس کی شاگردی میں رہ کر اُن کے بچّے دُنیا کے سب سے طاقت ور جادوگر بن جائیں گے۔اُنھوں نے اپنے دل کی بات اپنے پڑوسی دیوؤں کو بتلادی تھی۔

کُچھ دِنوں کے بعد دیو اور دیونی کے جُڑواں اَولاد ہوئی۔اُس کے ساتھ ہی دیو اور دیونی دونوں مرگئے۔اِتّفاق کی بات ایسی کہ یہ دونوں اَولاد جُڑواں بہنیں تھیں۔دونوں بہنیں جب بڑی ہوئیں تو پڑوسیوں نے اُنھیں بتایا کہ' تمھارے ماں باپ تمھارے لئے کون سی وصیت کر گئے ہیں۔' دونوں بہنوں نے پڑوسیوں کی بات اِس کان سے سُنی اور اُس کان سے اُڑادی اور ایک سادہ سا بہانہ بنادِیا کہ' ایسی وصیت اُس وقت مان لی جاتی جب ہم دیونی کی بجائے 'دیو' کے رُوپ میں پیدا ہوئی ہوتیں۔'

اصل بات یہ تھی کہ بڑا جادوگر سات سمندر پار دُنیا کے کنارے رہتا تھا۔وہاں اُس کی بہت بڑی جادو نگری تھی۔اُس جادو نگری میں سات قِسم کے طِلسمات تھے جو بڑے خطرے کے تھے۔اُن ساتوں طِلسمات سے گزرنے کے بعد ہی کوئی دیو بڑے جادوگر سے

www.urduchannel.in

مُلاقات کر پاتا تھا۔اکثر طِلسمات کی سیَر کو جانے والے دیو وہاں پہنچ کر پھنس جاتے تھے اور طِلسمات سے نکل نہیں پاتے تھے۔اُس وقت جس دیو یا دیونی نے فریاد کی کہ اُسے آزاد کر دیا جائے تو جادوگر اُسے کسی حیَوان کی شکل دے کر اِنسانوں کی دُنیا میں بھیج دیا کرتا تھا۔

جب دونوں بہنوں نے طِلسمات جانے سے اِنکار کر دیا تو پڑوس کے لوگوں نے اُن کی سگائی کی بات چلائی۔ایک بہن نے تو ایک دیو سے شادی کر لی لیکن دوُسری بہن نے شادی سے اِنکار کر دیا؛ایسا سوچ کر کہ' شادی کے بعد اگر اَولاد ہوئی تو مَیں مر نہ جاؤں۔'

کُچھ دِنوں میں اُس کی بہن کے یہاں جُڑواں بچّے پیدا ہوئے؛ایک لڑکا اور ایک لڑکی،اور اُس کے بہن بہنوئی دونوں مر گئے۔

اُس نے اپنی بہن کے بچّوں کو پالنا شروُع کر دیا۔وہ یہ سوچ کر خوش رہتی تھی کہ' ایک طرح سے یہ بھی اچھا ہی ہوا۔مُفت کے بچّے بھی ہاتھ آ گئے اور مَیں زندہ بھی ہوُں۔بھلا ایسی اَولاد کس کام کی کہ جب آپ زندگی پائے تو ماں باپ کو موت کے حوالے کر دے۔'

رفتہ رفتہ دونوں بچّے بڑے ہونے لگے۔دیوزاد بچّے کی خوراک بہت تھی اِس لئے وہ جلد ہی بہت بڑا دیو بن گیا۔وہ اپنی بہن اور اپنی خالہ سے بہت بڑا دِکھائی دیتا تھا۔وہ بہت طاقت ور اور پھُرتیلا بھی تھا۔کبھی کبھی اُس کی دیونی خالہ سوچا کرتی تھی کہ' مَیں اگر دیو کے رُوپ میں جنمی ہوتی اور' اِتنا طاقت ور دیو ' ہوتی تو طِلسمات کی سیَر کو ضرور جاتی۔'

ایک دِن اُس نے دیوزاد کو یہ بات بتلادی کہ' میرے باپ یعنی تیرے نانا....ایسا چاہتے تھے کہ اُن کی اَولاد سات سمندر پار جائے ، سات طِلسمات پار کرے اور بڑے جادوگر کی دیوڑھی پر حاضری لگائے؛ پھر وہاں سے خود بڑا جادوگر بن کر واپس آئے۔'

دیوزاد جسے اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا' اپنی خالہ دیونی سے بولا:

'' ٹھیک ہے، مَیں نانا نانی کی وصیت پر غور کروں گا۔ مَیں ذرا اُس طِلسمی دُنیا کی معلوٗمات لے لوٗں؛ پھر بولتا ہوٗں۔''

پھر ایک دِن وہ دیوزاد بڑی خوشی خوشی اپنی خالہ کے پاس آیا اور بولنے لگا کہ' وہ سات سمندر پار والے جادوگر کے پاس ضرور جائے گا۔'

اُس کی دیونی خالہ پہلے تو حیرت میں پڑ گئی پھر پوٗچھنے لگی:

'' ایسی کیا بات ہے جو تو' اِتنی خوشی خوشی سات طِلسمات کے اِمتحان کو تیار ہو گیا؟ لوگ تو وہاں جانے سے ڈرتے ہیں۔''

مجھے ایک بُزرگ دیو نے یہ بات بتلائی ہے کہ' جو کوئی بڑے جادوگر سے جادوٗ سیکھ کر آئے گا وہ اِس طرح نہیں مرے گا جس طرح ہمارے جزیرے کے لوگ مر جاتے ہیں۔''

اِس بات کو سُن کر دیونی کی آنکھیں پھٹ پڑیں اور وہ غور کرنے لگی کہ ضرور یہی بات ہوگی؛ ورنہ صِرف جادوٗ سیکھنے کے لئے طِلسمات کی آزمائش جھیلنا اور اپنی زندگی سے کھیلنا، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ پھر کُچھ سوچ کر خالہ بولنے لگی:

'' وہاں جانے میں تو بڑا فائدہ ہے بیٹا! ایسا کرتے ہیں کہ تیری بہن، تو' اور مَیں، ہم تینوں ہی بڑے جادوگر کے پاس چلتے ہیں۔ بس تو' ذرا اُس بوٗڑھے دیو سے اِتنی معلوٗمات اور لے کر آ جا کہ سات طِلسمات پار کرنے کا طریقہ کیا ہوگا۔''

''وہ تو مَیں پہلے ہی معلوٗم کر چُکا ہوٗں، تم اُس کی فکر مت کرو۔''

دیوزاد کی بہن سے جادوٗ نگری چلنے کے لئے کہا گیا تو اُس نے صاف اِنکار کر دِیا، کہنے لگی:

www.urduchannel.in

''نہیں نہیں، تم دونوں اگر جاتے ہو تو جاوٗ! مَیں یہیں رہوٗں گی۔ یہاں کے لوگ جیسے جیتے ہیں ویسے جیوٗں گی اور جیسے مرتے ہیں ویسے ہی مروٗں گی۔'' دیوزاد اور دیونی خالہ نے بہت سمجھایا لیکن وہ طِلسمات کے سفر پر آمادہ نہیں ہوئی۔

پھر دیوزاد اور اُس کی خالہ، یہ دونوں سفر پر نکل پڑے اور سات سمندر پار کر کے دُنیا کے اُس کنارے پر جا پہنچے جہاں بڑے جادوگر دیو کی جادوٗ نگری تھی اور جہاں سات طرح کے طِلسمات تھے۔

جادوٗ نگری میں داخل ہوئے تو جہاں تہاں اُنھیں عجیب عجیب قِسم کے جادوئی نظارے دِکھائی دینے لگے۔ کہیں زمین میں سے اچانک پتّھر کا بڑا سا گولا نکل آتا، گولا پھٹ پڑتا اور اُس میں سے بہت سے خرگوش نکل نکل کر بھاگنے لگتے۔ کہیں اوٗنٹ اور گھوڑے ہوا میں اُڑتے ہوئے نظر آتے تو کہیں کوئی پودا تیزی سے بڑھنے لگتا اور گھڑی بھر میں درخت بن جاتا پھر اِن دونوں کے سروں پر پھل گرانا شروٗع کر دیتا۔

دیوزاد کو بڑا مزہ آتا۔ دیونی تو کُچھ ہی پھل کھاتی مگر دیوزاد خوب پھل بٹوٗرتا اور خوب کھاتا۔ غرض سینکڑوں طرح کے تماشے دِکھائی دیتے رہے، کئی ڈراوٗنے منظر بھی دِکھائی دِیے لیکن یہ دیوزادے کب کے ڈرنے والے تھے؛ ان سے تو لوگ ڈرتے تھے۔

کئی دِنوں کے سفر کے بعد ایک نیا واقعہ پیش آیا۔ دیوزاد اور اُس کی خالہ دیونی دونوں آگے بڑھتے جا رہے تھے کہ اچانک ایک اوٗنچی دیوار اُن دونوں کے سامنے نمودار ہو گئی۔ وہ دیوار آسمان تک اوٗنچی دِکھائی دیتی تھی اور دائیں بائیں بھی جہاں تک نظر جاتی تھی، وہاں تک دیوار نظر آتی تھی۔ دیونی حیران ہو گئی تو دیوزاد ہنس کر بولنے لگا:

'' خالہ! مت گھبراوٗ اور اب دیکھو۔''

اِتنا کہا اور دیوزاد نے دیوار پر جَم کر ایک مُکّا مارا۔ مُکّا مارتے ہی گھڑ گھڑاہٹ کی آواز آئی اور دیوار میں ایک بہت بڑا دروازہ نمودار ہو گیا جو بند تھا، البتّہ اُس پر لکھا ہوا تھا؛

سات طِلسمات

زندگی کی خیَر چاہتے ہو تو یہاں سے واپس چلے جاؤ
اگر طِلسمات میں داخل ہوئے تو پھر پہلے طِلسم سے ساتویں طِلسم تک سفر کرنا ہوگا
پھر اگر تم نے ساتوں طِلسم پار کر لیے
تو شاہِ طِلسمات تمھیں سر آنکھوں پر بٹھائے گا اور مُنہ مانگا اِنعام دے گا
اور اگر تم طِلسمات پار کرنے میں ناکام رہے تو پھر اس کی سزا مِلے گی

دیوزاد نے دروازے کا نوشتہ پڑھ کر سُنایا تو دیونی خالہ گھبرا گئیں۔ اس پر دیوزاد نے تسلّی دی اور اِطمینان دِلایا:

''اِس میں کون سی نئی بات ہے! جو کُچھ لکھا ہوا ہے، وہ تو ہمیں پہلے ہی معلوم تھا۔''

بس پھر دیوزاد نے طِلسمات کا دروازہ کھٹکھٹا دِیا۔ بادلوں کی سی گھن گرج سُنائی دی اور اس کے ساتھ ہی پہلے طِلسم کا دروازہ کھل گیا۔ خالہ بھانجے دونوں اُس دروازے میں داخل ہو گئے۔ اندر پھر طرح طرح کے جادو کے کھیل دِکھائی دینے لگے۔ اُن میں کُچھ نئی قِسم کے جادو بھی تھے۔ یہ دونوں تیزی سے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ اچانک بڑے زور کی سیٹی سُنائی دی، اُس سیٹی کے ساتھ ہی زمین میں سے بے شمار پودے اُگ آئے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ پودے بڑے بڑے درخت بن گئے۔ ان کے آگے پیچھے، آزو بازو، غرض کہ

www.urduchannel.in

ہر طرف خوب گھنا جنگل اُگ آیا تھا؛ نہ آگے بڑھنے کو راستہ تھا نہ پیچھے ہٹنے کو۔

پھر اچانک ایک کلہاڑی فضا میں سے اُڑتی ہوئی آئی اور ان دونوں کے پاس آ کر رُک گئی لیکن دیوزاد نے اُس کلہاڑی کو ہاتھ نہیں لگایا۔ وہ کلہاڑی غائب ہو گئی پھر دو پھلوں والی دوسری کلہاڑی نمودار ہوئی۔ وہ بھی غائب ہو گئی اور اُس کے بعد تین پھلوں والی کلہاڑی آئی۔ اِس طرح کرتے کرتے ایک مرتبہ سات پھلوں والی خوب چمک دار کلہاڑی اُتر کر آئی تب دیوزاد نے اُس کلہاڑی کو پکڑ لیا؛ ساتھ ہی اُس کا منتر پڑھا :

آڑی ماڑی جنگل جھاڑی سات پھلوں کی ایک کلہاڑی
اٹکھٹ بٹکھٹ کھٹ کھٹ کھٹ کھٹ کاٹ کلہاڑی جنگل جھٹ پٹ

دیوزاد اُس کلہاڑی سے درخت کاٹنے لگا۔ جس درخت کو وہ کلہاڑی چھو لیتی، وہ درخت کٹ کر غایب ہو جاتا۔ اِس طرح جنگل صاف ہوتا گیا اور راستہ بنتا گیا۔ لیکن بیچ بیچ میں کلہاڑی کا ایک ایک پھل ٹوٹ ٹوٹ کر گرتا جاتا تھا۔ آخر میں کلہاڑی کا صِرف ایک پھل باقی رہ گیا تھا۔ اچانک کلہاڑی دیوزاد کے ہاتھ سے غائب ہو گئی اور اُس کے ساتھ ہی سارا جنگل بھی صاف ہو چُکا تھا۔ پہلے طِلسم کا سفر ختم ہو گیا تھا۔ اب دوسرے طِلسم کا دروازہ سامنے دِکھائی دے رہا تھا۔

دیوزاد نے اُس دروازے کو کھٹکھٹایا تو وہ بھی کھل گیا۔ دیوزاد اور دیونی خالہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ کبھی جادو کے کھیل تو کبھی ڈراؤنے منظر، یہاں بھی دیکھنے کو مِلے۔ دونوں مُسافر اُس طِلسم کے درمیان پہنچے تھے کہ 'تڑاخ' کی بڑی تیز آواز آئی، اس کے ساتھ ہی تڑتڑ تڑتڑ آسمان سے کنکر برسنا شروع ہو گئے۔ کنکروں کی بارش سے بچنے کے واسطے تین تار کی چھتری نمودار ہوئی لیکن دیوزاد نے اُسے ہاتھ نہیں لگایا۔ وہ غائب ہو گئی اور پھر چار تار

والی چھتری آئی۔ پھر پانچ اور چھے تاروں کی چھتریاں بھی سامنے آئیں اور گئیں، تب تک ان پر بڑے بڑے پتّھر برسنے لگے تھے۔ آخر میں سات تاروں کی خوٗب بڑی سی اور خوٗب چمک دار چھتری نمودار ہوئی، تب دیوزاد نے اُس چھتری کو تھام لیا اور اُس کا منتر پڑھا:

انکر بنکر ڈمرؤ ڈنکر　　　تڑ تڑ تڑ تڑ برسے کنکر
اتھّر بتھّر روکے پتھّر　　　سونے کے سات تار کا چھتّر

اُس چھتری کے نیچے دونوں مُسافر چلنے لگے۔ پتّھروں کی بوچھار سے چھتری کے تار ٹوٗٹتے گئے جس سے چھتری ڈھیلی پڑتی گئی اور پتّھر اُڑ اُڑ کر ان کے پیروں سے ٹکرانے لگے۔ بس اچانک چھتری دیوزاد کے ہاتھ میں سے غائب ہوگئی؛ اُس کے ساتھ ہی پتّھروں کی بارش بھی رُک گئی۔ اب ان کے سامنے تیسرے طِلسم کا دروازہ چمک رہا تھا۔

دیوزاد نے اُس دروازے کو بھی کھٹکھٹا کر کھول دیا۔ کُچھ نئے نئے تماشے اور کچھ بھوٗت پَریت یہاں بھی دیکھنے کو مِلے۔ دیکھتے دیکھتے دونوں آگے بڑھتے گئے۔ اچانک خوٗب زور کی بجلی کڑکی اور دھڑ دھڑ دھڑ دھڑ پانی برسنے لگا جیسے بادل پھٹ پڑا ہو۔ ذرا سی دیر میں چاروں طرف سمندر کا سا سماں ہوگیا اور یہ دونوں پانی میں ڈوبنے لگے۔ پھر ایک کشتی پانی پر ظاہر ہوئی۔ دیوزاد نے اُسے ہاتھ نہیں لگایا۔ وہ غائب ہوئی تو دوٗسری کشتی۔ اُس کے بعد تیسری کشتی نمودار ہوئی جو تین منزلہ تھی۔ پھر چار منزلہ، پانچ منزلہ اور چھے منزلہ کشتی ....ایک کے بعد ایک آتی گئی اور غائب ہوتی گئی۔ آخر میں جب سات مالے کی خوٗب چمک دار کشتی نمودار ہوئی تب دیوزاد نے اپنی خالہ کو اُس کشتی پر چڑھا دیا اور خود بھی اُسی کشتی میں کوٗد گیا اور یہ منتر پڑھا:

پوٗرب پچھّم دکھّن اُتّر　　　باڑھ بھنور پانی کا چکّر

www.urduchannel.in

اندر بندر پار سمندر　　　ست مالا کشتی کے اندر

ان کے کوٗدتے ہی کشتی کے اندر پانی گھس آیا۔ یہ دونوں جھٹ اوٗپر کے منزلے پر چڑھ گئے۔ پھر وہاں بھی پانی آ پہنچا تو دونوں اور اوٗپر چلے گئے۔ اِس طرح ہوتے ہوتے کشتی کے چھٹے منزلے تک پانی چڑھ آیا تھا اُس وقت یہ دونوں کشتی کے ساتویں منزلے پر تھے۔ بس اب آخری منزلہ بھی ڈوٗبنے کو تھا کہ اچانک بجلی کا سا جھماکا ہوا؛ کشتی غائب ہوگئی اور اُس کے ساتھ ہی پانی بھی چھوٗ ہو گیا۔ اور یہ دونوں مُسافر اب چوتھے طِلسم کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے۔

چوتھے طِلسم میں داخل ہوئے اور طِلسم کے درمیان پہنچے تھے کہ اچانک سَنکھ کی بڑی خوف ناک گوٗنج سُنائی دی اور اُس گوٗنج کے ساتھ ہی زمین میں سے ہر طرف بے شمار کیڑے مکوڑے اُبل پڑے۔ کیڑے ان دونوں کے پیَروں سے بھی لپٹ اور چمٹ رہے تھے۔ پھر ایک بڑا سا اژدہا ان دونوں کے سامنے آ کر کھڑا ہوگیا۔ انھوں نے اُسے بھگا دیا تو دوٗسرا اژدہا آیا جس کے دو سَر تھے۔ پھر تین سَروں والا اور چار سَروں والا اژدہا بھی سامنے آیا۔ آخر میں جب ایک بہت بڑا اور خوٗب چمکیلا اژدہا نمودار ہوا جس کے سات سَر تھے، تب دیوزاد نے سات سَروں والے اژدہے کی دُم پکڑ لی اور اُس کا منتر پڑھا:

اِنگلی بِنگلی گوجر گوٗندر　　　اِچھّو بِچھّو سانپ چھچھوٗندر
سب کیڑے دھرتی نے اُچھالے　　　سات سَروں کا اَجگر کھا لے

سات سَروں کے اُس اژدہے نے آس پاس کے کیڑے مکوڑوں کو ہڑپ کرنا شروٗع کر دیا۔ اِس طرح آگے بڑھنے کا راستہ بنتا گیا۔ اب بہت بڑے بڑے سانپ اور کیڑے مکوڑے نکلنا شروٗع ہو گئے تھے۔ اُن سانپوں نے اژدہے کا ایک سَر کھا ڈالا پھر بھی

اژدہا سانپوں سے لڑتا رہا۔اب اژدہا اور بھی بڑا ہو گیا۔دیونی خالہ نے دَوڑ کر اژدہے کی کمر پکڑ لی کہ کہیں وہ دیوزاد کے ہاتھ سے چھوٹ نہ جائے۔سانپوں سے جنگ لڑنے میں اَژدہے کے سَر ایک ایک کر کے ختم ہوتے چلے گئے۔آخر میں صِرف ایک سَر کا اژدہا باقی رہ گیا تھا۔پھر ایک جھماکے کے ساتھ اژدہا،سانپ اور کیڑے مکوڑے سب غائب ہو گئے اور اُس جھماکے کے ساتھ پانچویں طِلسم کا دروازہ بھی چمک کر سامنے نظر آنے لگا۔

وہ دونوں پانچویں طِلسم میں داخل ہو گئے۔جادو کے نئے نئے عجائبات یہاں بھی دیکھنے کو مِلے۔دیونی خالہ نے اِدھر اُدھر گھوم گھوم کر دیکھا پھر دیوزاد سے کہنے لگی:

''اِتنا ضرور ہے کہ ہر طِلسم میں کُچھ نہ کُچھ نئے کھیل دیکھنے مِلتے ہیں مگر جب طِلسم میں ہی پھنسانا ہے تو اِتنے سارے ناٹک کس لئے دِکھائے جاتے ہوں گے بھلا؟''

''یہ عجیب وغریب تماشے اِس لئے دِکھائے جاتے ہیں خالہ! کہ اُن میں گُم ہو کر ہم طِلسم سے چھٹکارا پانے کا منتر بھول جائیں،بزرگ دیو نے مجھے یہ بات بتلائی تھی۔''

اِتنے میں کان پھاڑ دینے والا ایک خوف ناک دھماکہ ہوا۔اُس دھماکے کے ساتھ ہی خوب زور کی آندھی آئی۔ہوا کا اِتنا زبردست بھونچال تھا کہ اُس طوفان میں یہ دونوں خالہ بھانجے سنبھل نہ سکے، اُنھوں نے جھٹ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیا۔دیو جیسا وزن ہونے کے باوجود وہ دونوں ہوا میں اُڑنے لگے۔گردباد نے اُن کی سِٹّی گُم کر کے رکھ دی تھی۔پھر ایک پرندہ اُڑتا ہوا آیا اور ان دونوں کے پاس آ کر ہوا میں ٹھہر گیا۔پھر وہ پَرندہ غائب ہو گیا اور دوسرا پرندہ نمودار ہوا جس کے چار پَر تھے۔وہ بھی غائب ہو گیا تو چھے پَروں والا پرندہ اُڑتا ہُوا آیا اور سامنے آ کر ٹھہر گیا لیکن دیوزاد نے دیونی خالہ کو سمجھا دیا تھا کہ 'اب سات پَروں والا خوب چمک دار پرندہ آئے گا بس اُس کی ٹانگ پکڑ لینا'

www.urduchannel.in

آخر سات پَروں والا بڑا پرندہ اُڑتا ہوا آیا؛ تین تین پَر آزو بازو اور ایک پَر پیٹھ پر تھا۔دیوزاد اور دیونی خالہ نے اُس پرندے کی ایک ایک ٹانگ پکڑ لی ساتھ ہی دیوزاد نے اُس طِلسم کا منتر پڑھا:

اکّڑ جھکّڑ جھونک جھکولا جب مارے آندھی کا ٹولا
آندھی کاٹ سہارا جانی سات پَروں کی چڑیا رانی

پرِندہ ان دونوں کو لے کر اُڑتا ہوا چلا لیکن آندھی کے زور سے پرندے کے دو پَر جھڑ گئے پھر بھی وہ اُڑتا رہا۔طوفان کے جھونکوں سے پرندے کے اور بھی پَر جھڑتے گئے۔آخر میں پرندہ صِرف ایک پَر سے اُڑ رہا تھا' وہ پَر جو پیٹھ پر تھا۔بس پھر ان کے پیر زمین سے آ لگے۔ساتھ ہی طوفان بھی تھم گیا اور پرندہ بھی غائب ہو گیا۔اُن کے ہوش ٹھکانے آئے اور اُنھوں نے اپنے آپ کو چھٹے طِلسم کے دروازے کے سامنے پایا۔

چھٹے طِلسم کے سامنے پہنچ کر دیوزاد نے پسینہ چھوڑ دیا کیوں کہ اُسے چھٹے طِلسم کا منتر یاد نہیں آ رہا تھا۔اُس نے دیونی خالہ سے پوچھا کہ 'گھر سے نکلتے وقت مَیں نے تمھیں بھی منتر بتلائے تھے،چھٹا منتر کیا تھا؟'' خالہ نے بڑے آرام سے جواب دے دیا:

'' بیٹا! مَیں پڑھی لکھی نہیں ہوں، منتر تو مجھے یاد نہیں رہا'' خالہ کے اِتنا کہتے ہی بے شمار قہقہے فضا میں گونج اُٹھے۔اب دونوں حیران پریشان ہو گئے۔دیوزاد نے اپنے دِماغ پر لاکھ زور ڈالا مگر اُسے چھٹے طِلسم کا منتر یاد نہیں آیا اور چھٹا دَروازہ کھٹکھٹانے کی ہمّت نہیں ہوئی۔اِتنے میں دروازے پر شاہِ طِلسمات کا چہرہ نظر آیا۔وہ اِن دونوں کو گھور رہا تھا:

'' تم دونوں یہاں کیوں آئے تھے؟''

'' جنابِ عالی! ہماری دُنیا میں اَولاد پیدا ہونے پر لوگ مر جاتے ہیں۔ہم آپ

کے پاس آس لے کر آئے تھے کہ آپ ہمیں ایسا منتر سِکھلا دیں گے کہ ہم اِس طرح بے موت نہ مریں، لیکن....'' 'لیکن' کہہ کر دیوزاد رُک گیا تو دیونی خالہ بول اُٹھیں:

''لیکن ہمیں چھٹے طِلسم کا منتر یاد نہیں رہ گیا، سرکار آپ ہمیں معاف کر دیں!''

''نہیں، اِس کی سزا مِلے گی۔'' جادوگر نے اِتنا کہا اور دروازے پر سے اُس کا چہرہ غائب ہو گیا۔

اب خالہ سوچ میں پڑ گئی....' مَیں تو فضوُل ہی یہاں چلی آئی ہوں۔ مَیں ویسے بھی کہاں مرنے والی تھی'....لیکن اب پچھتائے کیا ہووے۔

دیوزاد سوچتا کھڑا تھا۔' چھٹا دروازہ کھولنا چاہیے یا نہیں' اِتنے میں 'زوں' کی زوردار آواز کے ساتھ چھٹے طِلسم کا دروازہ آپ ہی آپ کھل گیا۔ پھر ایسا لگا کہ اِن کو کسی نے پیچھے سے ڈھکیل دیا ہے۔ اُس دھکّے سے یہ دونوں چھٹے دروازے کے اندر جا گرے۔ وہاں پیَروں تلے زمین نہیں تھی اور گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا۔ کُچھ بھی سُجھائی نہیں دے رہا تھا اور یہ دونوں نیچے گرتے چلے جا رہے تھے جیسے آسمان پر سے کسی نے اُنھیں زمین پر پھینک دیا ہو۔ ان کے حواس گُم ہو گئے تھے۔ انھوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ بڑی خرابی کے بعد اُنھیں راحت نصیب ہوئی یعنی اُن کے پیَروں کے نیچے زمین آ کر لگی۔

اُنھوں نے آنکھیں کھول دیں اور اپنے آپ کو زمین پر پایا۔ مگر یہ اِنسانوں کی دُنیا تھی اور یہ دونوں خالہ بھانجے جانور بن کر یہاں اُترے تھے۔ دونوں جانور مِلتی جُلتی شکل کے تھے لیکن چھوٹے بڑے تھے۔ دیوزاد بڑا دِکھائی دیتا تھا اور اُس کی خالہ اُس کے آگے بہت چھوٹی نظر آتی تھی۔ اِنسانوں کی دُنیا میں ایک کو 'شیر' کہہ کر پُکارا جانے لگا اور ایک کو 'بلّی' نام سے پُکارنے لگے۔

www.urduchannel.in

سمندر کے فوارے

شرفی بڑا شریر لڑکا تھا۔ خود ہی کہتا کہ دادی امّاں کہانی سُناؤ اور خود ہی کہانی کے رنگ میں بھنگ کرتا رہتا۔ تارا، بے بی اور کوکب بھی کہانی سُننے کے شوقین تھے؛ وہ سکون سے کہانی سُنتے تھے مگر شرفی دادی کی ناک میں دَم کیے رہتا تھا۔

دادی امّاں نے کہانی شروع کی:

'' ایک تھا بادشاہ۔ بڑا نیک بادشاہ تھا لیکن اُسے کوئی اَولاد نہیں تھی....

'' ناچَلی، ناچَلی، دادی امّاں! ای کہانی ناچَلی۔ ایسی بہوُت سی کہانی ہم سُن چُکے ہیں۔'' شرفی نے پُرکھوں کے لہجے کی نقل اُتار دی اور اس کہانی پر پھُلّی مار دی۔

'' دادی امّاں پَری کی کہانی سُناؤ، خوُب مزے دار۔'' بے بی نے فرمائش کی۔

''نہیں نہیں' پری کی کہانی میں بھی اگڑم بگڑم تماشے ہوتے ہیں؛ اس سے تو اچھّا ہے' چندن پوُری کی جترا دیکھ کر آ جانا۔'' شرفی نے پَری کی کہانی کو بھی لپیٹ کر رکھ دیا۔

کوکب جو شرفی سے بھِڑنا نہیں چاہتا تھا، تنگ آ گیا تو بیچ میں بول اُٹھا:

'' دادی امّاں! تم اپنی پسند کی کوئی ایسی مزے دار کہانی سُناؤ کہ بیچ میں اُلّو نہ بولے۔''

'' بہت خوُب!... اُلّو کے بولنے پر تو مجھے ایک مزے دار بات یاد آ گئی۔''

''مگر بات اگر مزے دار نہ ہوئی تو بیچ میں اُلّو بولے گا، یاد رکھنا۔'' شرفی نے اِتنا کہا تو تارا بولی: ''لو، اپنے مُنہ مِیاں اُلّو بننا'' پھر وہ تینوں ہنسنے لگے اور دَروازے پر دیکھا۔

کہانی جب شروع ہوتی تو شرفی کی امّی چُپکے سے آ کر کواڑ کے پیچھے بیٹھ جایا کرتی تھی۔

''ہاں تو سُنو!.... یہ اُس وقت کی بات ہے جب ہمارے بزرگ اِس گاؤں میں آ کر نئے نئے آباد ہوئے تھے۔ اُس وقت گاؤں کے لڑکے گھروں کے دھابے پر چڑھ کر پتنگ اُڑایا کرتے تھے۔ پتنگ اُڑاتے اُڑاتے ایک نوجوان لڑکے نے دوٗر سمندر کی طرف کُچھ عجیب سی ہلچل دیکھی۔ اُس لڑکے کی نظر بہت تیز تھی۔ اُسے کُچھ گڑبڑ محسوٗس ہو رہی تھی۔

اُس لڑکے نے پتنگ کی ڈور جلدی سے اپنے ایک ساتھی کو تھما دی اور اکیلا ہی سمندر کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں بہت بڑا جنگل تھا۔ جنگل کے بیچ کے حصّے میں جب وہ پہنچا تو اُسے کُچھ گھوڑوں کی اور کُچھ آدمیوں کی آوازیں سُنائی دینے لگیں۔ اُس نے دوٗر ہی سے اندازہ کر لیا کہ' ہو نہ ہو، یہ وہی ڈاکوؤں کا ٹولہ ہے جس نے بہت سی بستیوں کو لوٗٹ کر کنگال کر ڈالا ہے اور آج کی رات ہمارے گاؤں پر دھاوا بولنے والا ہے۔'

وہ یہ دیکھ کر چوٗنکا کہ ڈاکوؤں کے پاس گھوڑے کہاں سے آ گئے؛ یہ لوگ تو سمندر کی طرف سے آئے ہیں۔ پھر وہ ایک خوٗب اوٗنچے درخت پر چڑھ گیا اور سمندر کی طرف نظر دَوڑائی۔ وہاں اُسے تین جہاز ٹھہرے ہوئے دِکھائی دِئے۔ لڑکے نے کُچھ سوچا سمجھا، غور کیا پھر آنکھیں تان کر بڑبڑایا:

'' اب بیٹا، تم لوگوں کو مَیں نے سمندر میں نہیں ڈُبویا تو میرا نام نہیں۔''

''ارے واہ، بڑا مزہ آئے گا دادی! کیسے ڈُبوتا ہے وہ اُن کو؟'' تارا کو جلدی پڑ گئی۔

''ہاں سُنو تو سہی۔ وہ لڑکا درخت پر سے اُترا اور سمندر کی طرف بھاگا۔ راستے میں ایک کٹے ہوئے درخت کے پاس لکڑی کا بھوٗسا پڑا ہوا تھا۔ اُس نے لکڑی کا بھوٗسا اپنے صافے میں بھر لیا۔ کہیں کہیں درختوں سے گوند بہتا ہوا پایا۔ اُس گوند کو بھوٗسے کے ساتھ مِلا کر رکھتا گیا۔ پھر ایک جگہ شہد کا سوٗکھا چھتّہ پڑا ہوا پایا جس میں شہد نہیں تھا، صِرف موم ہی

www.urduchannel.in

موم تھا۔ اُس نے موم کا وہ چھتّہ بھی اُٹھا لیا اور اُسے بھی صافے میں رکھ کر کمر سے باندھ لیا۔

دَوڑتا بھاگتا وہ جہازوں کے قریب پہنچا۔ ایک پتھریلی چٹان کی اوٹ سے جھانک کر دیکھا تو ہر جہاز پر ایک ایک رکھوالا تھا؛ ایک جہاز کا رکھوالا تو لمبی تان کر سو رہا تھا۔ باقی دو رکھوالے اپنے اپنے جہاز پر تھے۔ لڑکا سوچنے لگا کہ یہ دونوں اگر اِکٹھّا ہو جاتے تو کیا بات ہو جاتی۔ ابھی وہ ایسا سوچ ہی رہا تھا کہ اُن میں سے ایک رکھوالا تاش کے پتّے لے کر چلا اور کوٗدکر دوٗسرے جہاز پر جا پہنچا پھر وہ دونوں ایک جہاز پر تاش کھیلنے بیٹھ گئے۔

اُس لڑکے نے سمندر میں ڈُبکی لگا دی اور پانی کے اندر ہی اندر تیرتا ہوا عین اُس کونے پر جا پہنچا جہاں وہ دونوں تاش کھیلتے بیٹھے تھے۔ لڑکے نے جہاز کی دیوار سے لگا ہوا ایک ہُک پکڑ لیا اور سَر باہر نکال کر اپنی سانس درست کرنے لگا پھر وہ جہاز کے ہُکوں کی مدد سے اوٗپر تک آیا اور جہاز کے اندر جھانک کر دیکھا؛ دیکھا کہ دونوں لکڑ بگھّے تاش کے پتّوں میں مست ہیں اور اُن سے تھوڑے فاصلے پر لوہے کی ایک سلاخ پڑی ہوئی ہے۔ اُس نے لٹکے لٹکے ایک زوردار جھکولا لیا اور اُلٹی چھلانگ لگائی۔ چھلانگ کے ساتھ ہی وہ جہاز کے اندر تھا اور وہ لوہے کی سلاخ اُس کے ہاتھ میں تھی۔

''اُلٹی سیدھی چھلانگ لگاتا ہے، اُسے تو سرکس میں کام کرنا چاہیے تھا۔'' شرفی نے پھر کہانی میں گڑبڑ کی۔

''اُسے سرکس میں کام کرنے کی ضرورت نہیں تھی؛ اچھّے گھر کا لڑکا تھا۔ سمجھے، بندر کہیں کے۔'' دادی نے شرفی کو بُری طرح ڈانٹ پِلائی۔

''ہاں تو وہ دونوں جُواری اُسے دیکھ کر بڑی پھُرتی سے اُٹھ کھڑے ہوئے لیکن اُس سے پہلے یہ لڑکا بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اُن دونوں پر آ پڑا اور آتے ہی دونوں کے

سَروں پر ایسی کاری ضَرب لگائی کہ اُنھیں 'آئیں آئیں' کرنے کی مہلت بھی نہیں مِلی۔ وہ دونوں چکرا کر گر پڑے پھر لڑکے نے دونوں کو اُٹھا اُٹھا کر سمندر میں پھینک دِیا۔

اب وہ لڑکا کُودتا پھاندتا اُس جہاز پر جا پہنچا جس پر تیسرا پٹھّا سو رہا تھا۔ جا کر پہلے تو اُسے جگا دِیا اور اُس کے سامنے کھڑا ہو کر خَم ٹھونکنے لگا۔ ڈاکو اُس سے لِپٹ پڑا۔ اُس نے ڈاکو کو پکڑ کر سَر سے اونچا اُٹھا لیا اور اُس کی ٹانگ پکڑ کر اِس طرح گھُمانا شروع کر دِیا جیسے کسان گوپھن ہَوا میں گھُماتے ہیں۔ گھُما کر اُسے جہاز سے دُور سمندر میں پھینک دِیا اور پھر سَلاخ اُٹھالی۔ بڑی محنت کر کے ڈاکو نے پانی میں سے سَر نکالا تھا کہ اِس لڑکے نے اُس پر سَلاخ پھینک ماری۔ پھر ڈاکو دوبارہ پانی میں سے سَر نکال نہیں پایا۔

اب وہاں اُس لڑکے کے سِوا کوئی نہیں تھا۔ لڑکا اُس تیسرے جہاز پر تھا جس پر بہت سا بھنگار پڑا ہوا تھا اور گھوڑوں کے واسطے چارا بھی۔ وہ سمجھ گیا کہ اِس جہاز پر گھوڑے لادے جاتے ہیں۔ اِس جہاز پر گھوڑوں کے چڑھنے اُترنے کے لئے لکڑے کا پٹرا بھی لگا ہوا تھا، باقی کے دو جہاز صاف سُتھرے تھے جو ڈاکوؤں کے لئے رہے ہوں گے۔

اُس نے بھنگار میں سے چھینی ہتھوڑی اور ایک سَلاخ ڈھونڈ نکالی۔ کُچھ سوچ کر اُس نے گھوڑوں والے جہاز کو نِردوش چھوڑ دِیا اور وہاں سے کُود کر بازو والے جہاز پر آیا۔ جہاز کے فرش کو غور سے دیکھا اور اندازہ لگایا کہ تختے کی کون سی کیلیں آسانی سے اُکھاڑی جاسکتی ہیں۔

چھینی اور ہتھوڑی لے کر اُس نے ایک کیل کا ماتھا پھوڑ دِیا۔ پھر چھینی ہتھوڑی سے جہاں تہاں کئی کیلوں کے ماتھے پھوڑ کر رکھ دِیے۔ اب اُس نے چھینی رکھ کر سَلاخ اُٹھا لی۔ ٹوٹی ہوئی کیلوں کو سَلاخ اور ہتھوڑی کی مدد سے نیچے کی طرف دھنسانا شروع کیا اِس

www.urduchannel.in

طرح کہ وہ کیل نیچے سمندر کے پانی میں اُترتی چلی جائے۔ جب نیچے کا پانی رِس کر اوپر کے سوراخ میں آتا دِکھائی دیتا، یہ سمجھ جاتا کہ جب جہاز چلنا شروع ہوگا تو پانی کی تھوڑی سی ہلچل سے یہ کیل سوراخ چھوڑ دے گی اور سمندر میں گر جائے گی۔ تب اُس نے تختے کے سوراخوں میں موم بھر دِیا، اوپر سے گوند اور بھوسا بھر کر فرش برابر کر دِیا۔

اس کے آگے کوکب نے بولنا شروع کر دِیا۔ اُسے بھی ڈاکوؤں کو ڈُبونے کی جلدی پڑ گئی تھی۔

''اِسی طرح وہ لڑکا ڈاکوؤں کے دوسرے جہاز پر گیا۔ چھینی ہتھوڑی اور سَلاخ کی مدد سے اُس کا بھی حال خراب کر کے رکھ دِیا.... ہے نا دادی امّاں؟''

شرفی بھلا کب چُپ رہنے والا تھا، اُس نے دادی کو چِٹکا دِیا:

''ہمارا جوان اِدھر جہاز پر ہی رہ جائے گا اور ڈاکو اُدھر گاؤں میں گھس جائیں گے۔''

''نہیں گھس پائیں گے۔ اُس نے بڑی جلدی جلدی یہ سب کام نِپٹائے ہیں اور پھر ابھی رات بھی تو نہیں ہوئی ہے۔'' دادی نے جواب دِیا۔

''اَیں! رات کیسے نہیں ہوئی ہے؟'' بے بی نے حیَرت سے پلکیں جھپکائیں پھر بڑے بھولپن سے بولی: ''دادی امّاں، رات ہوگئی ہے نا!''

''ارے بیٹا! کہانی کی رات نہیں ہوئی ہے۔'' دادی امّاں ہنس کر بولیں۔ بے بی کی اِس سادگی پر سبھی ہنسنے لگے۔ تارا نے بے بی کے سَر کو سَر لگا دِیا پھر بے بی خود ہی بول اُٹھی

'' اچھّا اچھّا، مَیں اب سمجھی! یعنی کہ ڈاکو ابھی جنگل میں ہیں اور وہ رات ہونے کا آسرا دیکھ رہے ہیں۔ بس بس میری سمجھ میں آ گیا، ہاں تو پھر وہ لڑکا کیا کرتا ہے؟''

'' وہ لڑکا اُن دو جہازوں کی کیلیں ڈھیلی کر کے جنگل کی طرف دَوڑ لگاتا ہے اور

ڈاکوؤں کی طرف واپس آتا ہے۔ دوٗر ہی سے اُسے ڈاکوؤں کے سردار کی آواز آئی:

'' میَں نے گوبی کو جہازوں کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا کہ اُدھر سے کھٹ کھٹ کی آواز کیوٗں آ رہی تھی مگر گوبی ابھی تک واپس نہیں لَوٹا۔''

'' میَں نے کہا تھا نا سردار! کہ کوئی لکڑہارا ہوگا جو کلہاڑی سے پیڑ کاٹتا رہا ہوگا۔''

''مگر گوبی کو تو اب تک واپس آ جانا تھا۔'' اِس پر ڈاکوؤں میں سے کوئی کُچھ نہ بولا۔

اِتنے میں لڑکے کو اپنے پیچھے کسی کے کراہنے کی آواز سُنائی دی جیسے کوئی گہری نیند میں ہو۔ یہ لڑکا اَوندھا لیٹ کر آواز کی سمت رینگ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک ڈاکوٗ زمین پر پڑا ہوا ہے اور اُس کی آنکھیں پھٹی پڑ رہی ہیں۔ اِس نے اُس کے پاس پہنچ کر دھیرے سے پوٗچھا....''کیا ہوا ہے؟''

'' س س س... سانپ '' بس وہ اِتنا ہی کہہ پایا۔

لڑکا سمجھ گیا کہ گوبی یہی ہے۔ اس کو سانپ نے ڈس لیا ہے اور اب یہ بچے گا نہیں۔ پھر بھی اُس لڑکے نے سرگوشی کے انداز میں پوٗچھا: ''گوبی! تم لوگ کون سے جزیرے پر رہتے ہو؟'' مگر گوبی شاید بے ہوش ہو گیا تھا۔ لڑکا پھر بھی اُس سے جزیرے کا نام پوٗچھتا رہا اور کان لگائے رہا، تب گوبی کی ہلکی ہلکی آواز سُنائی دی: '' ڈاں ڈاں ڈان ''

اس پر سے لڑکا سمجھ گیا کہ یہ لوگ جزیرۂ ڈانا پر رہتے ہوں گے۔

پھر اُس نے گوبی کو اُٹھا کر اپنے کاندھے پر لاد لیا۔ وہاں سے وہ اُس ڈھلان کی طرف بڑھا جِدھر اُس کے گاؤں کی ندی بہہ کر آتی تھی۔ ندی کے کِنارے ایک گڑھا تھا۔

اُس نے گوبی کو گڑھے کے کِنارے اُتار دیا۔ اُس کے بدن سے کپڑا، کمبل، ٹوپا وغیرہ اُتار لیا، پھر اُسے دھیرے سے گڑھے میں ڈال دیا۔ اپنا صافہ کھول کر اُس کے بدن

www.urduchannel.in

پر ڈال دیا۔ اوٗپر سے بہت سی گھاس پھوٗس ڈال ڈنکال مٹّی وغیرہ ڈال دی اور ندی کی ڈھلان پکڑ کر اپنے گاؤں کی طرف چلا لیکن ڈاکوؤں کا سردار ہوشیار آدمی تھا۔ اُس نے چلنے کی آہٹ محسوٗس کر لی، وہ چونک کر بولنے لگا :

''اِدھر کی طرف کوئی ہے؛ دیکھنا' جلدی دَوڑنا' زندہ مت چھوڑنا.... ارے ہاں سُنو! گوبی کو میَں نے بھیجا ہے؛ کہیں اُسے مت مار دینا۔''

یہ لڑکا زمین پر اَوندھا ہو کر رینگنے لگا اور ان لوگوں سے بہت دوٗر ہو گیا۔

''اُدھر سے سَر سَر اہٹ کی آواز آ رہی ہے، چلو دَوڑو، دیکھیں۔'' اب اس کے رینگنے سے گھاس پتّی کی آواز تو ہونی تھی۔ ڈاکوؤں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو اُس نے جھٹ ایسی آواز نکال دی جیسے اندھیرے میں اُلّو' بول رہا ہو۔

''ارے سالا، کُچھ نہیں ہے، اُلّو' ہے۔ چلو چلو واپس چلیں۔''

اُلّو' کی بولی سُن کر ڈاکوؤں کو اِطمینان ہو گیا کہ وہ کوئی جاسوٗس واسوٗس نہیں ہے۔ وہ ندی کی مُنڈیر پر چڑھ گئے اور واپس چلے گئے۔ پھر یہ بھی اُٹھ کھڑا ہوا اور گاؤں کی طرف بھاگا۔ راستے میں ایک جگہ آگ جلتی ہوئی دِکھائی دی؛ خانہ بدوش بنجارے تین پتّھر رکھ کر جو چوٗلھا بناتے ہیں....اُس چوٗلھے کی آگ بس اب بُجھنے ہی والی تھی مگر اب اُس آگ کو زندہ دیکھ کر لڑکے کی آنکھوں میں ایک شرارت آمیز چمک جاگ اُٹھی تھی۔ وہ بڑبڑایا:

''لفنگو! مُنہ دھو کر رکھو۔ ہمارے یہاں کا سونا تو کیا مِٹّی بھی تمھارے ہاتھ نہیں لگنے والی؛ موالیو! اب تو ہمارے گاؤں کا گوبر بھی تمھیں دیکھنے کو نہ مِلے گا۔''

اُس نے سوٗکھی گھاس پھوٗس آس پاس سے چُن کر چوٗلھے میں ڈالی اور اُس پر پھوٗنک ماری۔ ہَوا پا کر آگ سُلگنے لگی۔ چوٗلھے کے قریب ہی ایک جگہ لکڑیوں کا ڈھیر پڑا ہوا

تھا۔اُس نے بہت سی لکڑیاں لا کر چوٗلھے میں ڈال دیں اور ایک مرتبہ پھر آگ کو ہَوا دے دی۔آگ شعلے بھڑکانے لگی۔اُس نے جلتی ہوئی چند لکڑیوں کو اِکٹھّا کر کے اُٹھا لیا اور اُن لکڑیوں کی مدد سے تھوڑی تھوڑی دوٗر پر آگ بھڑکاتا چلا۔وہ ہَوا کے رُخ پر دَوڑتا جاتا تھا اور آگ لگاتا جاتا تھا۔اِس طرح اُس نے اپنے گاؤں اور ڈاکوؤں کے درمیان آگ کی ایک لمبی دیوار کھڑی کر دی۔ذرا دیر میں وہ آگ 'جنگل کی آگ' بن گئی۔آگ دیکھ کر ڈاکوٗ بُری طرح سٹپٹا گئے۔اُنھوں نے دیکھا کہ گاؤں کی طرف جانے کا راستہ ہی نہیں رہا ہے اور آگ ہے کہ بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔ڈاکوؤں کے سردار نے فوراً واپس جانے کا فیصلہ کیا۔

جنگل کے گھسیارے اور بنجارے چیختے چلاّتے ہوئے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔اُن کی چیخ پُکار میں اپنی آواز مِلا کر اِس لڑکے نے الگ سے چیخنا شروٗع کر دِیا:

''لینا دَوڑنا، جنگل میں ڈاکوٗ ہیں، ہاں ڈاکوٗ ہیں؛ دَوڑو گھیرو اُن کو، بھاگنے نہ پائیں۔''

ایسی چیخ پُکار سُن کر ڈاکوٗ بوکھلا گئے۔وہ ہڑبڑا کر بڑی تیزی سے سمندر کی طرف بھاگ نکلے اور بڑی جلدی اپنے ٹھِکانے پر پہنچ بھی گئے۔

اُس لڑکے نے گاؤں میں جانے کا خیال چھوڑ دیا۔وہ پھر ندی کے راستے واپس سمندر کی طرف بھاگا البتّہ اب اُس نے گوبی کے کپڑے اور اُس کا ٹوپا پہن رکھا تھا۔اُس نے ندی کے کِنارے گوبی کے گھوڑے کو کھڑا ہوا پایا۔وہ اُچک کر اُس گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اُسے ایڑ لگا دی۔اِس سے پہلے کہ ڈاکوؤں کے جہاز روانہ ہوتے، نوجوان لڑکے نے اُن کو جا لیا۔گھوڑا نقلی گوبی کے ساتھ تیزی سے اُس جہاز پر چڑھ گیا جس پر ڈاکوؤں کے گھوڑے کھڑے ہانپ رہے تھے، وہ جو ابھی ابھی دَوڑ کر آئے تھے۔

'' چلو، گوبی بھی آ گیا.... جلدی کرو !'' ڈاکوؤں کا سردار چیخا۔

www.urduchannel.in

تینوں جہاز روانہ ہو گئے۔گھوڑوں والے جہاز پر چند ہی آدمی تھے جو چپّو کھے رہے تھے، باقی سارے ڈاکوٗ دوٗسرے دو جہازوں پر تھے۔وہ دونوں جہاز تیزی سے آگے بڑھ گئے اور اندھیرے میں ڈوٗب گئے۔اگلے جہازوں کی کیلیں پانی کی ہلچل سے سمندر میں گرتی گئیں۔کیلوں کے گرنے کے بعد اُن سوٗراخوں سے سمندر کا پانی جہاز میں آنا ہی تھا۔ہمارے گوبی نے اتنے اندھیرے میں بھی دیکھ لیا کہ آگے کے سمندر سے فلک شگاف فوارے اُٹھ رہے ہیں۔اُن دونوں جہازوں میں پانی بھر رہا تھا اور ڈوٗبنا اُن کا مُقدّر تھا۔فوارے دیکھ کر گوبی کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوئی کہ' چلو دِن کی محنت رنگ لائی۔'اب اُسے صِرف اُس جہاز کی خبر لینی تھی جس پر وہ سوار تھا۔

اُس نے اپنے جہاز پر سے ایک ڈنڈا اُٹھایا اور اُن ڈاکوؤں پر پِل پڑا جو چپّو کھے رہے تھے۔ایک کے بعد ایک اُن کے سَر پر ڈنڈا مار مار کر سُلاتا گیا۔کھٹ کھٹ کی آواز سے باقی کے کھیوَن ہارے ذرا ہوشیار ہوئے تو اس نے 'سانپ سانپ' کر کے شور مچا دِیا۔اِس پر سے اُنھوں نے ایسا سمجھ لیا کہ' شاید جہاز پر کوئی سانپ آ گیا ہے اور گوبی لٹھ لے کر اُس سانپ کے پیچھے پڑا ہے' سانپ کا نام سُن کر وہ کُچھ بوکھلا بھی گئے تھے۔

گوبی ان لوگوں کے قریب پہنچنے تک زمین پر ڈنڈا برساتا رہا۔جب قریب پہنچا تو اُسی ڈنڈے سے اُن کو موت کا دَروازہ دِکھا دِیا۔آخری ڈاکوٗ چپّو کا ڈنڈا لے کر گوبی پر چڑھ دَوڑا لیکن اُسے بھی آخر اپنے ساتھیوں کے پاس جانا تھا سو وہ بھی گوبی کے ڈنڈے کی مدد سے چلا گیا۔پھر گوبی نے اُن سب کو اُٹھا اُٹھا کر سمندر کے پانی میں دفن کر دیا۔

اب گھوڑوں والا جہاز پوٗری طرح گوبی کے قبضے میں تھا۔اُس نے اکیلے ہی چپّو کھینا شروٗع کر دیا اور بڑی محنت کر کے جہاز کو واپس کنارے تک لے آیا۔پتّھر کی ایک

چٹان سے پٹرا لگا دیا۔ سارے گھوڑے جہاز سے اُتار دئے اور اُنھیں جنگل کی سمت ہانک دیا۔ جنگل کی آگ کُچھ دوٗر تک چل کر تھم گئی تھی۔

وہ لڑکا پھر اُسی گوبی کے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے گاؤں واپس آیا لیکن اُس نے ڈاکوؤں کا رازگاؤں میں کسی کونہیں بتلایا تھا۔''

اِتنا کہہ کر دادی نے تکیہ کھینچا گویا کہانی ختم ہوگئی۔

اب شرفی سے صبر نہیں ہوا اور اُس نے دادی کو آڑے ہاتھ لیا :

''واہ دادی واہ....تم تو کہتی ہو، اُس نے ڈاکوؤں کا راز کسی کونہیں بتلایا تھا.... پھر یہ بات تم کو کیسے معلوٗم ہوگئی....اَیں؟''

شرفی کی اِس بات پر سبھی دادی کو گھوٗر کر دیکھنے لگے جیسے دادی نے ٹھوکم ٹھاک کہانی سُنائی ہو۔ گھڑی بھر کے لئے دادی سٹپٹا گئی لیکن پھر سنبھل کر بیٹھ گئی اور بڑی رعوٗنت کے ساتھ بولنے لگی جیسے کلائمکس پر سے پَردہ اُٹھا رہی ہو:

''وہ ایک راز تھا جو مَیں اب تمھیں بتلا دیتی ہوٗں۔ لوسنو ! مَیں جو تمھارے سامنے بیٹھی ہوٗں.... مَیں اُس لڑکے کی بہوٗ ہوٗں، کیا سمجھے۔''

'' توبہ توبہ پھیں'' شرفی مُنہ پر ہاتھ رکھ کر ایسے ہنس پڑا جیسے دادی نے بڑی پھوٗہڑ بات کہہ دی ہو۔

''کیوٗں، تجھے کیا ہوگیا رے بدمعاش؟'' دادی کی رعوٗنت اب بھی برقرار تھی۔

''جوان چھوکرے کی بُڈّھی بہوٗ.... ارے رے رے توبہ''

شرفی کی بات پر سبھی کِھلکھِلا پڑے۔ دادی نے لاٹھی اُٹھائی مگر شرفی پلنگ پر سے چھلانگ لگا کر بھاگا اور دوٗر جا کر چلّایا:

www.urduchannel.in

'' تو گویا یہ بات تھی ! تبھی تو مَیں کہوٗں کہ ہمارے یہاں اِتنی سخاوت کہاں سے پھٹی پڑ رہی ہے....تو اب مَیں سمجھا، یوٗں کہ ڈاکوؤں کا خزانہ لُٹایا جا رہا ہے دونوں ہاتھوں سے....واہ بھئی واہ ''

'' اِس کو پکڑ کے لا دو تو رے کوئی....'' دادی چیخی۔ پھر بے بی کو کیا سوٗجھی، وہ بڑے شوق سے پوٗچھنے لگی....''دادی امّاں ! وہ لڑکا ہمارا کون ہوتا تھا؟''

شرفی دادی کے پچھواڑے والی کھڑکی میں سے پھر نمودار ہوا اور زور سے چیخا:

'' ارے ہمارا تمھارا کون ہوتا وہ چھوکرا' دادی کا سسرا تھا وہ دادی کا سسرا ''

پھر تو گھر میں ہنسی کے فوارے پھوٗٹ پڑے۔ شرفی کی امّی بھی آواز کے ساتھ ہنس پڑی؛ دادی بھی کِھسیانی ہنسی ہنسنے لگی۔

****

رسّہ ٹوٹا مگر شیر مارا گیا

ایک بہت بڑا جنگل تھا جس میں بہت سے جانور رہتے تھے۔ اُس جنگل میں نہ شیر تھے اور نہ چیتے' اس لیے بڑا امن وامان تھا۔ سارے جانور چَین کی بنسری بجاتے تھے اور میٹھی نیند کے ساتھ رین بِتاتے تھے۔

اِن جانوروں میں خرگوش کا گھرانہ سب سے زیادہ چالاک گھرانہ تھا، سب سے مضبوط اور محفوظ ٹھکانہ اِسی خاندان کا تھا۔ پرانے زمانے کے کِسی بادشاہ کی شکارگاہ تھی جو پتھروں کی بنی ہوئی تھی۔ بس یہی خرگوش خرگوشنی اور اُس کے بچّوں کی پناہ گاہ تھی۔

ایک بہت بڑے درخت نے خرگوش کی حویلی پر سایہ کر رکھا تھا۔ اس درخت پر ایک بندر اور بندریا اپنے بچّے کے ساتھ بسیرا کئے ہوئے تھے۔ یوں تو وہ لوگ بھی امن چین سے رہتے تھے لیکن خرگوشنی اور بندریا کی آپس میں بالکل نہیں جمتی تھی' ایک دوسرے سے رسّہ کشی جاری ہی رہتی تھی۔

''اے بندریا' تیری دم میں سے جوئیں گرتی ہیں جو ہمارے کھانے میں آتی ہیں۔''

''اے خرگوشنی' تیرے کان میں سے جو مچھّر اُڑ اُڑ کر آتے ہیں وہ ہماری نیند حرام کرتے ہیں۔''

''جب ایسا ہے تو کسی اور جگہ جا کر بسیرا کرنا' اِسی درخت پر کاہے کو مرنا۔''

'' مَیں یہیں رہوں گی ، اِسی درخت پر رہوں گی ، وقت کا اِنتظار کر رہی ہوں 'تیری حویلی ہتھیا کر رہوں گی.... سمجھی!''

''ہاں پھر، یہ حویلی تیرے باپ کی ہے نا !'' خرگوشنی بری طرح تِلمِلا اُٹھی۔

''نہیں تو پھر یہ درخت تیرے باپ کا ہے۔ ہے نا !'' بندریا نے بھی تُرکی بہ تُرکی جواب دیا۔

جب کبھی خرگوشنی اور بندریا میں اِس طرح کی نوک جھوک ہو جاتی ' جنگل کے جانور آ آ کر جمع ہو جاتے اور اِن دونوں کا تماشا آنکھیں گڑا گڑا کر دیکھتے۔ ڈراما شروع ہوتے ہی خرگوش کان جھٹک کر ٹہلنے نکل جایا کرتا تھا اور بندر سامنے کے ٹیلے پر چلا جاتا اور سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جایا کرتا۔ خرگوشنی پھر بولی:

''یہ درخت ہی تو سارے فساد کی جڑ ہے، تیرا بچّہ میرے بچّے کو نوچ کر جھاڑ پر چڑھ جاتا ہے اور میرے بچّے کو جھاڑ پر چڑھنا نہیں آتا۔ تو' تیرے پُترے کو جھاڑ پر چڑھنے کو منع کر دے اور بس۔''

''تو' تیرے پُترے کو جھاڑ پر چڑھنا کیوں نہیں سکھا دیتی۔'' بندریا اِس طرح کمر لچکا کر' گانا گا کر بولی جیسے خرگوشنی کو چڑا رہی ہو۔ بندریا کی اِس حرکت پر تماشا دیکھنے والے کِھلکِھلا کر ہنس پڑے اور پھر بارہ سِنگھا بیچ میں بول اُٹھا :

''لو اور سنو! اِن کے باپ دادا بھی کبھی جھاڑ پر چڑھے تھے جو یہ چڑھ پائیں گے بے چارے۔''

اس بات پر خرگوشنی بارہ سِنگھے کی طرف پلٹ پڑی :

''ہاں رے او سیانے ! لگتا ہے تیرے باپ دادا جھاڑ پر ہی آنکھ مچولی کھیلتے آئے ہیں--- اچھا تو تو' چقلش بازی کے لئے یہاں آتا ہے' کیوں رے سینگڑے، مَیں دیکھ رہی ہوں ،تو' ہمارے گھر کے فِراق میں بہت رہتا ہے۔'' پھر خرگوشنی سارے ہی تماشا دیکھنے

www.urduchannel.in

والوں کو صلواتیں سُنانے لگی اور جانور آپس میں ایک دوسرے کا مُنہ تکنے لگے۔

اِتنے میں انھوں نے ایک خوفناک منظر دیکھا۔ سامنے کی گھنی جھاڑیوں میں سے ایک بڑا سا شیر نمودار ہوا جس نے ایک ہی چھلانگ میں ٹیلے پر بیٹھے ہوئے بندر کو اُچک لیا اور تیزی سے چھلانگ مارتا ہوا دوبارہ جھاڑیوں میں غائب ہو گیا۔

جانوروں میں سے جس کے جدھر سینگ سمائے اُدھر بھاگ کھڑا ہوا۔ بندریا جھاڑ پر چڑھ گئی۔ خرگوشنی گھر میں گھس گئی۔ اُس کے پیچھے ہی خرگوش کہیں سے ہانپتا کانپتا ہوا آیا وہ بھی گھر میں جا گھسا اور خرگوشنی سے پوچھنے لگا:

''اِدھر شیر آیا تھا کیا؟''

''ہاں' شیر تو آیا تھا لیکن تم کہاں تھے؟''

'' مَیں نے اُسے اپنے گھر کی طرف آتے ہوئے دیکھا تھا۔ بس پھر مَیں دوڑتا ہوا چلا آ رہا ہوں' مجھے تم لوگوں کی فِکر تھی۔'' خرگوش ہانپ ہانپ کر بولا۔

''ہم کو تو کچھ نہیں ہوا مگر شیر بندر کو اُٹھا لے گیا ہے۔' خرگوشنی نے رپورٹ پیش کی،

''ارے باپ رے---- یہ تو بہت بُرا ہو گیا؛ ہمارے لیے افسوس اور فِکر کی بات ہو گئی ہے۔''

اِس پر خرگوشنی کچھ بولی نہیں لیکن اُس کے بعد وہ بندریا اور اُس کے بچّے کے ساتھ ہمدردی سے پیش آنے لگی۔ جنگل کے جانور اُن کا روز روز کا ناٹک دیکھنے کو ترس گئے۔

ایک روز کی بات ہے، شام کا وقت تھا۔ بندریا کہیں گئی ہوئی تھی۔ اچانک بارش شروع ہو گئی۔ طوفانی بارش اور وہ بھی سرد ہوا کے جھونکوں کے ساتھ۔ اِتنے پر ہی جان سنبھالنا دو' بھر ہو رہا تھا کہ اولے بھی پڑنے لگے۔ خرگوشنی نے دیکھا کہ بندریا کا بچّہ دروازے کے

www.urduchannel.in

پیچھے دُبک کر بیٹھا ہوا ہے اور سردی کی وجہ سے بُری طرح کانپ رہا ہے۔ خرگوشنی نے دروازہ کھول کر بندریا کے بچّے کو اندر کھینچ لیا، کپڑے سے اُس کا بدن پونچھا اور الاؤ کے پاس لے کر گئی۔ الاؤ کی آنچ میں اُس کو اُلٹ پلٹ کر سینکنے لگی۔ بندریا کے بچّے کے ہوش ٹھکانے آئے تو وہ اُچھل کر بیٹھ گیا اور خرگوشنی کے زانو پر سر رکھ دیا۔

دوسرے دن بندریا اور اُس کا بچّہ میدان میں بیٹھے دھوپ سینک رہے تھے۔ بندریا اپنے بچّے کو نصیحت کر رہی تھی....''دیکھ بیٹا! اُس کی وجہ سے تجھے نئی زندگی مِلی ہے، اُس کا کہنا ماننا۔ اُس کے بچّوں کو مت ستانا۔ اگر وہ ہم سے کہے کہ یہاں سے چلے جاؤ تو ہمارا کام ہے، چُپ چاپ چلے جانا۔''

خرگوش کے علاقے میں شیر پھر سے دکھائی نہیں دیا مگر شیر کے بارے میں روزانہ کی رپورٹ اُسے بارہ سنگھے کے ذریعے پہنچ جاتی تھی کہ شیر نے آج کِس کا جنازہ نکالا ہے اور آج کِس کے خاندان کا صفایا کر ڈالا ہے۔ یوں تو سبھی جانور جنگل میں شیر کے آنے سے فکرمند رہنے لگے تھے لیکن ان میں خرگوش سب سے زیادہ سنجیدہ تھا۔ فکر کے مارے اُس نے خرگوشنی سے مشورہ کیا تو اُس نے الگ دماغ کو تان دیا۔ خرگوشنی بولنے لگی:

''مگر ابھی تو اُس شیر نے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا ہے۔ ابھی سے ہم اُس کی فکر میں دُبلے کیوں ہوں؟ جنگل میں اتنے سارے جانور ہیں' اُن میں سے کسی کو نہیں پڑی۔''

''اری پگلی! کِسی کو نہیں پڑی ہے اِسی لئے تو مجھے پڑی ہے۔ کیا تو' ایسا چاہتی ہے کہ شیر ہماری فیملی میں سے کِسی کو کم کر ڈالے اور اُس کے بعد ہم اُس کی فِکر کریں؟''

خرگوش کی بات سُن کر خرگوشنی کا چہرہ دھندلا گیا' گھبرا کر کہنے لگی:

''تو پھر چلو' یہاں سے کہیں اور چلے چلو۔ اِس جنگل کو چھوڑ دو کِسی دوسرے جنگل

میں چل کر رہیں گے۔''

''مجھے معلوم تھا تو، یہی بولے گی .... باولی! جنگل چھوڑ کر تو میری مکھیاں بھی نہیں جائیں گی، کیا سمجھی۔'' خرگوش تڑخ کر بولا۔

''مجھے مت سمجھاؤ، تم سمجھو۔ جان بچانے کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ تو ڈھونڈنا پڑے گا۔ اچھا ایسا کرتے ہیں، جب تک یہ درندہ اِس جنگل میں رہے گا، ہم گھر بند کر کے اندر رہیں گے کہیں آئیں گے جائیں گے نہیں--- بس۔''

''تیرا دماغ چل گیا ہے، تیری بات میں ہضم نہیں کر سکتا، میں اپنے بچّوں پر کرفیو نہیں لگا سکتا۔'' خرگوش پھر غرّایا لیکن خرگوشنی اُس کی غراہٹ کو نظر انداز کر کے بولی۔

''تو پھر ہمیں شیر پر کرفیو لگانا پڑے گا۔'' خرگوش سوچ میں پڑ گیا پھر خرگوشنی دھیرے سے بولی: ''بھئی جب تک اس درندے کا نپٹارا نہیں ہو جاتا تب تک ہم بچّوں کو آزاد کیسے چھوڑ سکتے ہیں، تم سوچتے کیوں نہیں۔''

ہاں، اب تو نے قرینے کی کچھ بات کی ہے یعنی شیر کے نپٹارے کی بات'' خرگوش نے مُنڈی ہلا کر حامی بھری پھر کچھ سوچ کر کہنے لگا:

''ایسا کرتے ہیں، جب تک اس دُشمن کا قصّہ پاک نہیں ہو جاتا اُس وقت تک کے لئے تم سب جاگیردار کے باغیچے میں چل کر رہو جہاں ہزاروں بھیڑ بکریاں ہیں اور دوسرے بہت سے جانور ہیں۔ اَن گِنت خرگوش بھی تو ہیں! اِتنے بڑے باغیچے میں سب اپنے اپنے میں رہتے ہیں۔ آزادی سے گھومتے پھرتے ہیں اور کوئی کِسی کے فِراق میں نہیں رہتا۔ مَیں سمجھتا ہوں جاگیردار کا باغیچہ جنگل نہیں تو جنگل سے کچھ کم بھی نہیں ہے۔''

''سو تو ہے مگر'' خرگوشنی نے کچھ بولنا چاہا لیکن خرگوش نے اُس کی بات کاٹ دی:

www.urduchannel.in

''اگر مگر کچھ نہیں، مَیں تم لوگوں کو جاگیردار کے بغیچے میں چھوڑ دیتا ہوں، بچّے اپنی نانی کا گھر سمجھ کر وہاں رہیں گے۔'' خرگوش نے باتوں باتوں میں چٹکی لی اور آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ خرگوشنی سر ہلا کر مُسکرائی پھر کان پھٹک کر بولنے لگی:

''مگر مَیں ایسا سوچ رہی ہوں کہ بچّوں کو نانی کے گھر چھوڑ دینے کے بعد مَیں تمہارے ساتھ جنگل میں رہوں تا کہ شیر کو ٹھکانے لگانے میں تمہاری مدد کر سکوں۔''

''واہ واہ! یہ بھی ایک ہی رہی، یعنی کہ مدد کر سکوں یا گڑبڑ کر سکوں۔'' خرگوش نے ایک طرح سے اُسے چڑا ہی تو دیا۔ اس پر خرگوشنی کا پارہ چڑھ گیا۔

''ہائیں ہائیں! تم اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہو، تمہی کہیں کے بڑے سوُرما ہو؟ تو پھر مَیں بھی کوئی چمگادڑ نہیں ہوں بلکہ ایک جاں باز خرگوش کی بیٹی ہوں، تم جانتے ہو۔'' خرگوشنی نے تنتنا کر کہا۔

''اچھا تو ابھی تھوڑی دیر پہلے کِس کی بیٹی تھی وہ، جو جنگل سے بھاگ جانے کو تیار ہو گئی تھی؟''

خرگوش نے پھر اُسے چٹکا دیا مگر خرگوشنی بھی کچھ کم نہیں تھی، فوراً اُلٹ کر بولی۔

''بھاگ جانے کی بات نہیں تھی سمجھے! چھوڑ کر جانے کی بات تھی۔ بچّوں کو دشمن کی پہنچ سے دوُر رکھنے کی بات تھی، مَیں نہیں شیر ویر سے ڈر کر بھاگنے والی، تم مجھے یوُں ڈھائی چکّر مت گھمانا، سمجھے کیا!''

اس طرح خرگوشنی کو راجپوُتنی کی طرح لڑتے دیکھا تو خرگوش کو نرم پڑ جانا پڑا۔ آخر کار خرگوش نے بچّوں کو لے جا کر جاگیردار کی عمل داری میں چھوڑ دیا اور سمجھا دیا کہ 'یہ تمہاری نانی کا گھر ہے۔' بچّے سچ مچ اُسے نانی کا باغیچہ سمجھ بیٹھے۔ خرگوش خرگوشنی واپس آ کر

جنگل میں رہنے لگے۔

'شیر کے بارے میں جاسوسی'... اِس کی دَوڑ بھاگ بڑی مزے دار تھی۔ سَیر کی سَیر ہو جاتی تھی اور کام کا کام بھی نپٹ جاتا تھا۔ کچھ ہی دِنوں میں اُنھوں نے شیر کے 'تاریخ جغرافیہ اور شہریت' کا پتہ لگا لیا۔ خرگوش خرگوشنی سے کہہ رہا تھا:

''اب ہمیں اتنا کُچھ تو معلوم ہو گیا کہ شیر اصل میں ندی پار کے اُس جنگل میں رہتا ہے جہاں اُس کی کچھار ہے۔ روزانہ صبح وہ کچھار سے نکلتا ہے اور ہمارے جنگل کا رُخ کرتا ہے۔''

''اور یہ بھی معلوم ہو گیا'' خرگوشنی نے خرگوش کی بات کاٹ کر اپنی چھیڑ دی:

''کہ جب وہ ہمارے جنگل کا رُخ کرتا ہے تو پن چکّی پر سے ہو کر ضرور گزرتا ہے۔''

''ہاں' یہ ایک خاص بات ہے کہ جنگل میں داخلے کے لئے اُس کا راستہ طے ہے یعنی پن چکّی تک کا راستہ۔'' اِتنا کہہ کر خرگوش خاموش ہو گیا پھر خود ہی بولنے لگا:

''ہم نے پن چکّی پر یہ دیکھا کہ پانی کا ذخیرہ کرنے کے لئے ندی پر جو دیوار ہے' شیر اُس دیوار پر بابر بادشاہ کے جیسی دَوڑ لگاتا ہے اور دوڑنے کی رفتار بڑھاتا جاتا ہے یہاں تک کہ جس جگہ دیوار ٹوٹی ہوئی ہے وہاں تک پہنچتے پہنچتے اُس کی رفتار بے قابو ہو جاتی ہے۔''

اتنے پر خرگوشنی نے پھر خرگوش کی بات کاٹی اور اپنی ہانکی۔

''اُس کی رفتار بے قابو نہیں ہو جاتی بلکہ دیوار کے آخری سرے پر آنے تک اُسے اِتنی رفتار چاہیے کہ وہ بندر جیسی اُڑان بھر سکے۔ تم نے دیکھا؟ پانی کی منجدھار کا حصّہ وہ اُڑ کر پار کرتا ہے اور ہمارے جنگل کی حد میں کُود پڑتا ہے۔''

''تاکہ ہمارے جنگل کے جانوروں کا ناشتہ کرے؛ اُس کے باپ کے جانور ہیں'' خرگوش لڑاکوں کے سے لہجے میں بولا۔ خرگوشنی بولنے لگی:

www.urduchannel.in

''لیکن ذرا سوچو تو، اُس کی اُڑان کِتنی پیاری ہوتی ہے! ایسا لگتا ہے جیسے ہم سرکس دیکھ رہے ہوں۔''

''ہاں پھر کیوں نہیں' جب وہ اُڑان بھرنے لگے تو' کُود کر اُس کی پیٹھ پر بیٹھ جایا کر' تیری بھی سرکس لوگ دیکھ لیں گے؛ آخر جاں باز کی بیٹی جو ہے!'' خرگوش کا موڈ بگڑ گیا۔

''اے لو' تمہارے سامنے تو کِسی کی تعریف کرنا بھی گناہ ہو گیا اور تم مجھے یوں طعنہ مت دو، موقع پڑا تو جان کی بازی لگا دوں گی؛ تم دیکھتے رہنا۔''

''خیر خیر! تیری جان کی بازی ہم بعد میں دیکھتے رہیں گے ابھی تو شیر کی جان کا کھیل باقی ہے۔ تو' دیکھ لینا، اُس کی یہی 'پیاری پیاری' اُڑان اُس کی موت کا سامان بنے گی

'پیاری پیاری' کے لفظ کو خرگوش نے ایسے چبا چبا کر ادا کیا جیسے خرگوشنی کو چڑانا ہے۔

''کل پھر ہم پن چکّی کے علاقے کی سیر کو جائیں گے۔'' فرمان سنا کر خرگوش نے لمبی تان دی۔ خرگوشنی بھی آرام فرمانے لگی۔

دوسرے دن سویرے سویرے دونوں پن چکّی پر جا کر آباد ہو گئے۔

''مَیں سوچتے لگتی ہوں کہ پانی کی بھنور کے اوپر جب وہ اُڑان بھرے تو کوئی سرپھرا اُس کی ٹانگ پکڑ کر نیچے کھینچ لے، پانی میں۔ کیسا مزہ آجائے گا'' خرگوش اُس کی بات پر آنکھیں چمکا کر کھِلکھِلا اُٹھا پھر بولا:

''ارے تو' تو میرے دماغ سے سوچنے لگی ہے، مَیں کئی دن سے اِسی لائن پر غور کر رہا تھا کہ کِسی طرح اُس کی اُڑان لنگڑی کر ڈالی جائے۔'' تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر خرگوش اچانک چونک کر بولا:

''ارے ہاں' درخت پر کا وہ پتّھر! مَیں نے پہلے اُس پر کیوں نہیں دھیان دیا

تھا' کیوں میری عقل پر پتّھر پڑ گئے تھے۔'' خرگوش جیسے بے خیالی میں بڑبڑایا۔

''کیسا پتّھر' کون سا درخت؟'' خرگوشنی نے حیرت سے پوچھا۔خرگوش نے دریا کے کنارے اُس ٹیلے کی طرف اِشارہ کیا جس پر ایک بہت اونچا درخت تھا۔درخت کے تنے پر دو شاخیں بنتی تھیں۔ تنے کے اوپر اِن دو شاخوں کے بیچ میں ایک بڑا سا پتّھر رکھا ہوا تھا۔

''مَیں نے اُس پر ابھی غور کیا۔تو' یہیں رُک' مَیں ذرا اُسے دیکھ کر آتا ہوں۔''

لیکن خرگوشنی رُکنے کی بجائے اُس کے پیچھے چل پڑی۔خرگوش درخت کی مخالف سمت میں چلا۔ پن چکّی کی دوسری جانب دریا سے لگ کر ایک پہاڑی ٹیکری واقع تھی۔وہ جلدی سے اُس ٹیکری پر چڑھ گیا۔ٹیکری پر چڑھ کر کبھی اِدھر بھاگتا تو کبھی اُدھر، اور کبھی رُک کر اُس درخت کی طرف دیکھنے لگتا جس پر پتّھر رکھا ہوا تھا۔خرگوشنی اچنبھے میں پڑ گئی کہ یہ کیسا پاگل پن ہے! پھر خرگوش نے ٹیکری پر ایک جگہ ایک موٹی سی لکڑی نشانی کے طور پر رکھ دی۔

اِس سے پہلے کہ خرگوشنی کچھ پوچھتی' کہیں سے بندر کا بچّہ اُچھلتا کودتا ہوا وہاں آ پہنچا۔آ کر چچا چچی کو سلامی دی پھر خیریت دریافت کرنے لگا۔بندریا کا بچّہ اب بڑا توانا ہو چکا تھا۔بندریا کے اِنتقال کے بعد اور بھی آزادی مل گئی تھی' پھر کام ہی کیا تھا۔سارے جنگل میں آوارہ پھرنا اور شرارت کرنا۔اپنی نِت نئی 'کرامات' کی وجہ سے وہ جنگل کے بندروں کا سردار بن چکا تھا البتّہ خرگوش خرگوشنی کی عزّت دِل وجان سے کرتا تھا۔

''اب اِدھر آ جاؤ' اُس کے آنے کا وقت ہو چلا ہے۔'' خرگوش نے کہا اور ایک پتّھریلی دراڑ کی طرف اِشارہ کیا جو اندر کی طرف کافی گہری تھی۔''تو' بھی آ جا بیٹا لوفر! بس اب وہ آنے ہی والا ہے یہاں چھپ کر ہم اُس کے آنے کا تماشا دیکھیں گے۔''

''کس کے آنے کا تماشا دیکھیں گے' کون آنے والا ہے؟'' بندر نے بے تابی سے

www.urduchannel.in

پوچھا۔

''وہ جو ہم سب کا دُشمن ہے اور وہی.... تیرے باپ کا قاتِل بھی ہے، بس اب دیکھ ہی لینا۔''

یہ لوگ پتھریلی دراڑ میں چھپ کر شیر کی راہ تکنے لگے پھر شیر اُسی طرح نمودار ہوا۔ پن چکّی کی دیوار پر دَوڑ لگائی اور دیوار کے سرے پر پہنچ کر زور کی اُڑان بھری تاکہ پانی کی بھنور پار کر سکے۔اس طرح شیر کے دوڑ لگانے اور چھلانگ مارنے کا منظر بندر نے بھی دیکھا۔شیر دیوار پر سے ہو کر جنگل میں کود گیا اور گھنی جھاڑیوں میں غائب ہو گیا۔

آج پھر کسی نہ کسی کی میّت کی رپورٹ ملے گی لیکن بس اب یہ آخری رپورٹ ہوگی۔'' دراڑ سے باہر نکلتے ہوئے خرگوش سپاٹ لہجے میں بولا۔

''چچا جان مَیں آتا ہوں'' یہ کہہ کر گویا بندر نے جنگل میں جانے کی اجازت چاہی۔

''تو' اُس کے پیچھے جا کر کیا کرے گا' بیٹھ یہیں۔'' خرگوشنی نے بندر کو ڈانٹا۔

''نہیں' میں اُس کے پیچھے نہیں جاؤں گا۔''

''بیٹا لوفر' شام ہونے سے پہلے پھر یہیں آنا، ذرا ایک کام رہے گا۔'' خرگوش نے بندر سے کہا۔

''ضرور چچا جان' کون سا کام ہے مَیں لنگڑی ٹانگ پر کھڑا ہوں، کہیے تو ابھی کر ڈالوں؟''

''نہیں نہیں، ابھی نہیں، شام کے وقت---- میں ذرا اُس کام کی....''

''ٹھیک ہے' میں ضرور آؤں گا۔'' بندر نے خرگوش کی بات کاٹ کر سلامی ٹھونک دی اور اِس درخت سے اُس درخت پر چھلانگ مارتا ہوا جنگل کی طرف چلا۔خرگوشنی اُس کی

طرف تشویش بھری نظروں سے دیکھتی رہی جب تک وہ نظر سے اوجھل نہیں ہو گیا۔

''ہاں تو شیر کے بارے میں مَیں نے کچھ سوچا ہے اس کیلئے ہمیں ایک لمبا سا رسّہ تیار کرنا پڑے گا۔'' اِتنا کہہ کر خرگوش نے سر جھکا لیا پھر سر اُٹھا کر کہنے لگا:

''کوشش کرنا اپنا کام ہے پھر آگے کیا ہوتا ہے دیکھیں گے۔'' خرگوشنی نے کچھ سمجھنے کے سے انداز میں سر ہلایا اور بولنے لگی:

''وہاں اُس طرف ندی کے کنارے بے شمار بیلیں ہیں؛ لمبی لمبی' باریک' نرم اور مضبوط بیلیں۔ اُن بیلوں کی مدد سے ہم آسانی سے رسّہ بَٹ لیں گے۔''

پھر وہ دونوں رسّہ بٹنے میں جُٹ گئے۔ خرگوشنی اِتنا تو سمجھ چکی تھی کہ 'یہ وہی رسّہ ہے جس میں شیر کو اَٹکا کر گرانا رہے گا؛ دریا کے پانی میں--- لیکن کیسے؟'

بارہ سنگھا جو کہ تانک جھانک کا ماہر تھا' گھنی جھاڑیوں میں سے جھانک لیا اور ان کو رسّہ بٹتے ہوئے جو پایا تو اُس کے پیٹ میں کھلبلی مچ گئی۔ عادت سے مجبور تھا۔ جلدی جلدی اِدھر اُدھر سے دوسرے جانوروں کو بٹور کر لے آیا جو حالاں کہ خرگوش کے دوست ہی تھے لیکن خرگوش کی رسّہ بٹائی پر وہ بھی حیرت زدہ تھے۔ ہرنی نے سوال کیا:

''یہاں کیا کر رہے ہو خرگوش بھائی؟''

''رسّہ بُن رہا ہوں....اِنقلاب کا رسّہ ....اس کی مدد سے اِنقلاب آئے گا۔'' خرگوش نے مذاق اُڑانے والے انداز میں کہا' خرگوش کے تیکھے لہجے پر بھالو' چڑ گیا جو ہرن کے باز' و میں کھڑا تھا، بولنے لگا:

''کیوں بھئی' اِنقلاب کہیں رکھا ہوا ہے کیا' جسے رسّے سے کھینچ کر لانا پڑے گا؟ اور پھر کاہے کا انقلاب' کیسا انقلاب' کون سا انقلاب؟''

www.urduchannel.in

''ہم لوگوں کو جنگل کا راج پاٹ سنبھالنا رہے گا' اس کے لئے انقلاب لانے کی ضرورت ہے....سمجھ گئے؟'' خرگوش ابھی بھی تیکھی نظروں کے ساتھ ہی بول رہا تھا؛ اِس پر نیل گائے کو صَبر نہیں ہوا۔ اُس نے خرگوش کو چار بات سنا ڈالی۔

''لو اور سنو! جنگل کا راج پاٹ سنبھالنے کے لئے لے دے کے ایک خرگوش ہی رہ گیا تھا' یہ منہ اور مسوٗر کی دال' بڑے بڑے بہے جائیں، گدھا بولے بس اِتنا ہی پانی! کیا بولے تو اِنقلاب....چلو اِتنا بھی بہت ہے' ہم میں سے کوئی بڑی بڑی باتیں بول تو لیتا ہے۔''

''ہاں تو تم ہی بڑی بڑی باتیں بولو نا ڈھورو! تم سے تو اِتنا بھی نہیں ہوتا ہے۔'' خرگوشنی بیچ میں تڑخ گئی۔

'' بولنے کو کیا لگتا ہے، یوٗں تو مَیں بھی بول سکتا ہوں کہ راج پاٹ مَیں سنبھالوں گا۔'' بھالو' پھر پچھلی پٹری پر آ گیا۔

''ہاں تو پھر تم بھی میرے باز' و میں آ جاؤ اور اِنقلاب کا رسّہ بٹو، اگر اپنا راج پاٹ چاہتے ہو۔'' خرگوش نے بھالو' سے کہا مگر ابھی بھی وہ اُنھیں معمّہ ہی بجھا رہا تھا۔

''بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔'' جنگلی بکرا داڑھی ہلا کر بولا اور پھر جگالی کرنے لگا۔ بارہ سنگھا جو اِس قافلے کا سردار تھا، عاجز آ کر بولنے لگا:

''پتہ نہیں کیا کر رہا ہے اور کیا کرنے والا ہے، سیدھی طرح کچھ بتاتا بھی نہیں پٹھّا' چلو چلو، اپنا کام دیکھو، اِن کے منہ لگنا بے وقوفی ہے۔''

''ہم تجھے بُلانے کو گئے تھے کیا' کیوں رے او بجر بٹّو! فرا قو کہیں کا۔'' خرگوشنی دانت پیس کر بولی۔ سب واپس جانے لگے۔

'' جہنّم میں جاؤ'' خرگوش نے اُنھیں تیورا کر دیکھا اور پھر اپنے کام میں لگ

گیا۔ ہرن نے پلٹ کر دیکھا اور بارہ سنگھے کی طرف اشارہ کیا:

''دیکھا؟ ہمیں وہاں سے ہکال دیا اور آپ وہیں چھپ کر کھڑا ہے سینگڑا ''

خرگوشنی کا ماتھا گھوم گیا تھا' چاہتی تھی کہ خوب صلواتیں سُنائے لیکن وہ لوگ بڑی جلدی وہاں سے چمپت ہو گئے تھے۔ ذرا دیر بعد خرگوشنی کا غصّہ ٹھنڈا ہوا تو بولنے لگی:

''ہم چاہتے تو ان میں سے کسی کی مدد لے سکتے تھے۔'' اِس پر خرگوش مُنہ اُٹھا کر بولنے لگا:

''ارے یہ لوگ؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ شیر کی ایک ہی گُھڑکی پر جن کا دَم نکل جاتا ہے اِن لوگوں کو کام بنانے کی بجائے کام بِگاڑنا بہت اچھا آتا ہے' یہ کوئی جاں باز کی اولادیں تھوڑے ہی ہیں۔'' اِس پر خرگوشنی کے ماتھے پر بل آ گیا۔

''ہے نا! اب تم نے بے عنوان مجھے ٹیڑھی سنائی۔''

''چل اُسے کسی طرح سیدھی کر لینا' چلو اب رسّہ بٹتے ہیں۔''

خرگوش کے نزدیک آج کا دن انقلاب کی تیاری کا دِن تھا۔ دوپہر تک کافی لمبا رسّہ بن کر تیار ہو چکا تھا۔ بندر نے شام کی بجائے دوپہر میں ہی حاضری لگا دی۔

اُس نے چچا اور چچی کو دریا کے باز' و والی ٹیکری پر پایا۔ دیکھا کہ انھوں نے رسّے کا ایک سِرا پکڑ رکھا ہے اور اُسے کھینچتے ہوئے لیے جا رہے ہیں۔ خرگوش نے رسّی کے سرے پر وہی لکڑی باندھ دی جو نشانی کے طور پر رکھی ہوئی تھی پھر وَہیں پر ایک پتھریلی دراڑ میں لکڑی کو پھنسا دیا۔ دراڑ میں پتّھر کے ٹکڑے آڑے ٹیڑھے بھر دیے اس طرح رسّے کا وہ سرا پتھریلی دراڑ میں پھنس کر رہ گیا پھر بندر نے دیکھا کہ چچا چچی ٹیکری سے نیچے اُتر آئے ہیں۔ نیچے آنے کے بعد انھوں نے رسّے کا دوسرا سِرا تھام لیا۔ بارہ سنگھا جس نے سب

www.urduchannel.in

کو بھگا دیا تھا لیکن آپ وہیں ٹہل رہا تھا؛ خرگوش نے اُسے للکارا:

''ارے او بھونڈ'و! دیکھتا کیا ہے' اِدھر تو آ ذرا''.... بارہ سنگھا سچ مُچ بھونڈ'و کے انداز میں ڈولتا ہوا جھاڑیوں سے برآمد ہوا۔

''دیکھ! رسّے کا سِرا مضبوطی سے پکڑ، اور سیدھا تان اُس کود'ُرتک'' خرگوش نے تیز لہجے میں حکم دیا۔

بارہ سنگھے نے رسّے کو کھینچنا شروع کیا تو وہ بڑی دوُر تک کھنچتا چلا گیا۔ پہاڑی ٹیکری کی دراڑ سے لے کر بارہ سنگھے تک رسّہ قریب قریب سیدھا دکھائی دینے لگا۔ خرگوش دراصل یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ رسّہ مضبوط بنا ہے یا نہیں۔

''ارے بس بس پہلوان! کھینچنے کو کہا تھا' توڑنے کو نہیں کہا تھا۔ اب رسّے کا سِرا پکڑے پکڑے واپس اِس درخت کے پاس چلے آ جا میرے بھیّا' ہاں شاباش!

بس اب جا، تیرا کام ہو گیا۔''

بارہ سنگھے نے خرگوش کو گھوُر کر دیکھا اور کھسیانا ہو کر دوُر جا کھڑا ہوا پھر پتہ نہیں کب وہاں سے رفو چکّر ہو گیا۔

اِدھر خرگوش بندر سے کہنے لگا کہ وہ رسّے کا سِرا پکڑ کر درخت پر چڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ بندر نے جواب دینے کی بجائے رسّے کا سِرا تھام لیا اور چھلانگ مار مار کر درخت کے دو شاخے پر جا پہنچا پھر وہاں سے چیخا۔

''اب کیا کروں چچا جان؟'' بندر حالاں کہ کچھ کچھ سمجھ رہا تھا لیکن پوُچھنا ضروری تھا۔

''ارے واہ بیٹا لوفر! تو' نے تو کمال ہی کر دیا۔ اب رسّے کو کھینچ کھینچ کر اِن دو شاخوں کے درمیان سے گزارتے جانا اور دوسری طرف اُتارتے جانا۔''

خرگوش کی ہدایت بعد میں پوری ہوئی۔ بندر نے اس سے پہلے ہی رسّے کو کھینچ کھینچ کر دوسری طرف جمع کر کے رکھ دیا۔ اُس کی اِس پھرتیلی شرارت پر خرگوش خرگوشنی مُسکرا اُٹھے۔

''اب دیکھ' تنے کے اوٗپر اُن دو شاخوں کے درمیان ایک بڑا سا پتّھر رکھا ہوا ہے۔'' خرگوش کی بات پوری ہونے سے پہلے بندر بیچ میں بول پڑا:

''بالکل رکھا ہوا ہے؛ مَیں اُسی پتّھر پر بیٹھا ہوں۔ بہت بڑا پتّھر ہے' وہ بھی اتنی اوٗنچائی پر!.... کِس نے لا کر رکھا ہوگا بھلا؟''

'' فرشتے نے رکھا ہوگا۔'' خرگوش نے جواب دیا۔ خرگوش کے جواب پر بندر ہنس پڑا اور ہنستے ہنستے بولا :

''ہاں تو میں پتّھر کو کیا کروں؟''

''رسّے سے پتّھر کو خوب مضبوط باندھنا ہے' ایسا باندھنا کہ وہ کھُل کر بھاگنے نہ پائے۔'' خرگوش نے بندر کی طبیعت کے مطابق ہدایت دی۔

''سمجھ گیا سمجھ گیا۔ رسّہ تاننا ہے اِس پیڑ سے اُس ٹیکری کے درمیان کا رسّہ، جو ابھی ندی کے اوٗپر گولائی میں جھول رہا ہے۔ دو شاخے کے اِس طرف یہ پتّھر گرے گا تو اُس طرف وہ رسّہ تن جائے گا کیوں چچا جان' ہے نا یہی بات؟'' اس کا جواب خرگوشنی نے دیا:

''ہاں بیٹا' تو نے صحیح سمجھا ہے ہمیں درخت کے اِس طرف پتّھر گرا دینا ہے اور اُس طرف کا رسّہ تان دینا ہے۔'' پھر بندر بولنے لگا :

''تا کہ ہمارا دُشمن اس میں اٹک کر دریا میں گر جائے۔ وہ جو بڑی اُونچی اُڑان بھرتا ہے اور دریا پار کرتا ہے۔ ہمیں اُس کی چھلانگ کو لنگڑی کر دینا ہے۔'' بندر خوب مٹک مٹک کر بل دے دے کر رسّے سے پتّھر کو باندھتا گیا اور بولتا گیا:

www.urduchannel.in

''پھر تو چچی اور چچا جان! دُشمن کا کِریا کرم ہونے تک میں تمہارے ساتھ ہی رہوں گا۔ آخر مجھے بھی تو اپنے باپ کی موت کا بدلہ لینا ہے۔'' پتّھر کو باندھ کر بندر نیچے اُتر آیا۔ پتّھر باندھنے کے بعد بھی بہت کچھ رسّہ بچ رہا تھا جو درخت کے نیچے جمع تھا' جسے کھینچ کر پتّھر کو گِرانا تھا۔

''اب تو' بتا کہ ہمارا یہ رسّہ دریا کی منجدھار کے اوٗپر ہے یا نہیں؟'' خرگوش نے بندر سے پوچھا۔

''میں نے پہلے ہی دیکھ لیا تھا چچا جان! رسّہ منجدھار کے اوٗپر ایک دَم صحیح جگہ پر ہے۔ پھر کل جب رسّہ تانا جائے گا تو میاں کو رسّے میں اٹک کر گِرنا ہی گِرنا ہے اور بھنور میں ڈوب کر مرنا ہی مرنا ہے''۔

''بے فکر رہ بیٹا' کل کی اُس کی اڑان دوسری دنیا کے سفر کے لیے ہوگی۔'' خرگوشنی بڑی رعونت کے ساتھ بولی۔ خرگوش دھیرے سے خرگوشنی کے کان میں بولا:

''کل آپ کے گھوڑے کی پیاری پیاری اُڑان کا لنگڑا شو ہوگا، کیوں مہارانی جی!''

''تم نے پھر میرا مذاق اُڑایا'' لیکن خرگوشنی کے تیور کو نظر انداز کر کے خرگوش کسی فوجی کمانڈر کے سے لہجے میں بولا:

''یاد رکھنا۔ شیر کی چھلانگ کے وقت مَیں' ایک---دو--- تین' بولوں گا۔ تین کی آواز پر رسّہ تن جانا چاہیے!''

''میں سمجھ رہی ہوں۔ اِس میں ذرا بھی کوتاہی ہماری محنت پر پانی پھیر دے گی۔'' خرگوشنی نے سنجیدگی سے جواب دیا ''اور پھر یہ ہماری زندگی اور آزادی کا سوال ہے۔''

''بالکل صحیح وقت پر پتھر گرانے میں مَیں تمھارا ساتھ دوں گا۔'' بندر نے کہا۔

ابھی پھر بھی دِن باقی تھا' اچانک کسی خیال سے خرگوشنی کا چہرہ دَمک اُٹھا' اُس نے خرگوش سے کہا:

''ہمارے تیار کیے ہوئے سرکس کا شو اگر ہمارے بچّے بھی دیکھیں تو کیا بُرا ہے۔''

اس بات پر خرگوش خوشی سے پھڑک اُٹھا۔''واہ واہ! کیا بات کہی تو نے --- لاکھ اشرفی کی بات۔بچوں کو دشمن سے نپٹنے کا ڈھنگ سکھانا بالکل ضروری ہے اس سے ان کو عقلمندی اور بہادری کا سبق ملے گا' بے شک۔''

''تو پھر جلدی چلو؛ دَوڑ کر بچوں کو بُلا لاتے ہیں۔''خرگوشنی آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

''ضرور' ضرور! آج کی رات ہم سب دریا کے ساحل پر قیام کریں گے۔''خرگوش نے اعلان کیا۔

''چچا جان! میں بھی تمھارے ساتھ رہوں گا۔'' پیچھے سے بندر نے ہانک لگائی۔

''ہاں بیٹا تو' بھی --- تو' بھی ہمارے ساتھ رہے گا --- ہمیشہ۔''اِس بات پر بندر خوشی سے جھوم اُٹھا۔

غرض کہ خرگوش خرگوشنی بھاگتے دوڑتے گئے اور بڑی جلدی اپنے بچوں کو جاگیردار کے بغیچے سے بُلا لے آئے۔پھر وہ دریا کے کِنارے کی ٹیکری پر آئے اور اُسی کھوہ میں انھوں نے قیام کیا جہاں سے شیر کی اُڑان کا تماشا دیکھا تھا۔صُبح ہوئی تو خرگوش نے بچوں کو تاکید کر دی:

''ہم نے شیر کو مارنے کا انتظام کر لیا ہے بچّو! شیر آئے گا تو تم لوگ اُسے دیکھ کر ڈرنا مت اور پتّھر کی اس کھوہ سے باہر قدم دھرنا مت۔ وہیں سے تماشا دیکھنا کہ جب شیر آئے گا تو ہم دونوں جاں باز مِل کر....

''ہائیں ہائیں! تمھارا پھر وہی چھیڑ خانی والا راگ۔''خرگوشنی نے آنکھ دِکھائی۔

www.urduchannel.in

''بھئی میں نے اپنے آپ کو بھی تو جاں باز....''

''ابھی جانے دو چچی جان' ابھی ہمیں ایک بڑا کام کرنا ہے۔''بندر جلدی سے صُلح صفائی کے انداز میں بول اُٹھا۔''اور تم بھی نا چچا جان ذرا موقع محل....''

''ہاں ہاں ٹھیک ہے، چلو تیاری کرتے ہیں۔''خرگوش جھٹ بندر کی بات کاٹ کر آگے بڑھ گیا۔اُس کے پیچھے پیچھے یہ دونوں بھی چل پڑے اور دوشاخہ درخت کے پاس پہنچے۔انھوں نے نیچے جمع ہوئے رسّے کے سِرے کو پکڑا اور اُسے پکڑ کر درخت سے دوُر ہوتے گئے اور پھر ایک پتھریلی چٹان کی اوٹ میں جا چھپے۔یہاں سے رسّہ کھینچا جا سکتا تھا اور یہ لوگ شیر کو نظر بھی نہیں آ سکتے تھے۔

جیسے جیسے وقت قریب آ رہا تھا' اُن کے دلوں کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی۔ سورج ذرا اوُپر آیا تو پن چکّی کی دیوار پر شیر چمکا۔خرگوش خرگوشنی کی آنکھیں خشمگیں ہو گئیں جیسی میدان جنگ کے سپاہیوں کی ہوتی ہیں۔اُس طرف خرگوش کے بچّوں نے بھی اُچک اُچک کر دیکھنا شروع کر دیا جو پتھریلی دراڑ میں سے جھانک رہے تھے۔

دیوار پر شیر کی دَوڑ جاری ہو گئی --- زندگی کی آخری دَوڑ --- اور پھر وہ گھڑی آ ہی گئی جس کا انتظار تھا۔دیوار پر شیر کی رفتار کی انتہا اور پھر اُس کی وہی زوردار اُڑان --- خرگوش نے ' ایک --دو-- تین' کی ہانک لگائی۔تین کی آواز پر تینوں جیالوں نے مل کر بڑی پھُرتی سے رسّے کو کھینچ لیا۔رسّے میں بندھا ہوا پتّھر دوشاخے کے درمیان سے لڑھکا اور پلک جھپکتے میں نیچے آ کر جھُول گیا۔پتّھر کا وزن اِس پار پڑھنے سے درخت کے اُس پار کا رسّہ بُری طرح لہرا اُٹھا اور پھِر تن گیا۔

پانی کی بھنور کے عین اوُپر --- اِدھر رسّے کی اُٹھان' اُدھر شیر کی اُڑان --- بڑی

مجبوری تھی۔ جائے تو جائے کہاں۔ چاروناچار میاں کو رسّے میں اٹکنا ہی پڑا۔ اٹک کر رسّے میں وہ اس طرح لٹک گیا کہ اُس کے اگلے دونوں پیر رسّے کے اوُپر رہ گئے اور باقی جسم اُن دو پیروں کے دَم پر رسّے میں جھوُل گیا۔ حالاں کہ شیر بُری طرح بدحواس تھا لیکن اِس جان کنی کے عالم میں بھی اُسے اِتنی ہوشیاری تھی کہ رسّے کا چھوٹ جانا یعنی موت کے مُنہ میں چلے جانا۔ جان بچانے کے لئے اُس کی کش مکش دیکھنے کے قابل تھی۔

''ارے! ہم تو جیسے جیمنی سرکس دیکھ رہے ہیں۔'' خرگوشنی بولی۔ بندر کو ہنسی آ گئی اور خرگوش نے کہا:

''لیکن کب تک؟--- کیا آسمان پر سے سیڑھی اُترے گی جو اُسے بچالے گی۔''

اِدھر خرگوش کا اتنا کہنا، اُدھر شیر کی ہلچل سے رسّے کا ٹوٹ جانا--- شیر غڑاپ سے پانی کی بھنور میں جا پڑا۔ تینوں منچلے خوشی کے مارے ناچ اُٹھے۔ خرگوش کہہ رہا تھا:

''رسّہ ٹوٗٹا مگر شیر مارا گیا۔''

''پھر خرگوش کو اچانک کیا سوُجھی' اُس نے شیر کی جانب دَوڑ لگادی۔ بڑی تیزی سے دَوڑا اور بھنور کے پاس کی کھڑی چٹان پر چڑھ گیا' اِس طرح کہ شیر اور خرگوش آمنے سامنے ہو گئے۔ خرگوشنی اور بندر دَم بخود رہ گئے۔ وہاں سے خرگوش نے بچّوں کو اپنے پاس آنے کا اِشارہ کیا۔ بچّے اُچھلتے کودتے بڑی خوشی خوشی خرگوش کے پاس آ گئے اور پھر ادھر سے خرگوشنی اور بندر بھی دَوڑ پڑے۔ اِس طرح سبھوں نے اُسی چٹان پر ڈیرا جما لیا جس پر خرگوش جا کر ٹھہرا ہوا تھا--- ڈوٗبتے ہوئے شیر کے بالکل نزدیک۔

شیر بھنور میں غوطہ کھا رہا تھا اور اِن لوگوں کی طرف دیکھتا جا رہا تھا۔

''ہم لوگ شیر کے اتنی نزدیک ہیں' کہیں وہ چٹان پر چڑھ آیا تو!'' خرگوشنی

www.urduchannel.in

دھیرے سے پھسپھسائی۔

''یہی تو بات ہے۔ یہ پن چکّی کی کھڑی چٹان ہے۔ وہ اِس چٹان پر ہرگز نہیں چڑھ پائے گا۔ اُسے یہیں رو کے رکھنے کے لئے تو مَیں دَوڑ کر یہاں آیا ہوُں۔ مَیں نے بار بار اِس علاقے کی سیر کی تو یوُں ہی نہیں کی۔''

دریا کا پانی اتنا صاف تھا کہ شیر کی قلابازیاں صاف دِکھائی دے رہی تھیں اور یہ جاں باز سپاہی اپنے خطرناک دشمن کو اُس وقت تک دیکھا کیے جب تک اُس نے ہاتھ پاؤں مارنا بند نہیں کر دیے۔

بندر سمیت خرگوش کا کنبہ اپنے مسکن کی طرف روانہ ہو گیا لیکن کئی روز تک خرگوش نے گھر سے دوُر گھنی جھاڑیوں میں چھپ کر بسیرا کیا۔ اُسے بارہ سنگھے کی عادت معلوم تھی کہ وہ جنگل کے سارے جانوروں کو بٹور بٹور کر لائے گا اور مبارک بادیاں دلوائے گا۔

****

کوائف

مکمل نام : انصاری عبدالمجید نورالہدیٰ

قلمی نام : م ۔ ن ۔ انصاری

ولدیت : نورالہدیٰ عبداللہ

والدہ : عابدہ نورالہدیٰ

تاریخ پیدائش : یکم جون ۱۹۵۵ء

جائے پیدائش : مالیگاؤں

پیشہ : درس و تدریس (حالیہ سبکدوش مدرّس) مالیگاؤں میونسپل اسکول بورڈ، مالیگاؤں کارپوریشن

تعلیم : ایس۔ایس۔سی ، ڈی ۔ ایڈ ....ساہتیہ سُدھاکر [بی۔ اے....وِدوان]

پہلی کہانی : شریر لڑکا [مقامی اخبار کے ادبی صفحے پر]

صحافتی کام : مضامین... ع۔ ن۔ اجنبی کے قلمی نام سے

رہائش : گھرنمبر ۳۶۹،گلی نمبر۸۔ اِسلام پؤرہ، مالیگاؤں،ضلع ناشک،مہاراشٹر،انڈیا 423203

مشغولیات : بچّوں کا ادب تخلیق کرنا، مصوّری، شطرنج،سیر وتفریح (سیّاحت)،علمی واَدبی کتابوں کا مطالعہ، اَدبی وحسابی معمّے حل کرنا نیز نئے معمّے تیار کرنا،ادبی مجلسوں میں شرکت

ایوارڈ : آ ئیڈیل ٹیچر ایوارڈ. ۲۰۰۵ء

اعزاز : تعلیمی کانفرنسوں میں شرکت، ایس ایس اے کی طرف سے ری سورس پرسن کی ذمّہ داریاں، تعلیمی ونصابی سرگرمیوں میں رہنمائی،اعزازی ٹیچر کی حیثیت سے اسکولوں میں بچوں کوکہانی سنانا

زیرترتیب کتابیں : دیوؤں کے کارنامے ،اَپسرا کی واپسی، جادوٗ گرنی کی دُرگت ،
چھوٹی کہانیاں،افسانوں کاایک مجموعہ (بڑوں کے لئے)
کہانی: کیوں اور کیسے (بڑوں کے لئے)

www.urduchannel.in